

مسئلہ تحریف قرآن

پردارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

کا تحقیقی فتویٰ

صحیح

حضرت مولانا مفتی عبدالحمید دین پوری مدظلہ العالی

نائب رئیس دارالافتاء و استاذ حدیث

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مرتب

مفتی محمد انعام اللہ بنوری

مختص جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین

صفحہ

مضامین

پیش لفظ

تقریظ

شیعہ اور عقیدہ تحریف قرآن

اہل سنت اور قرآن

قرآن کریم کی حقانیت غیروں کی نگاہوں میں

قرآت سبعہ اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے

سات حروف سے کیا مراد ہے؟

۱- اسماء کا اختلاف

۲- وجوہ اعراب کا اختلاف

۳- افعال کا اختلاف

۴- الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف

۵- تقدیم اور تاخیر کا اختلاف

۶- لہجوں کا اختلاف

۷- بدلیت کا اختلاف

ناسخ و منسوخ

علم ناسخ و منسوخ کی اہمیت و ضرورت

نسخ کا لغوی معنی

اصطلاحی معنی

نسخ کی عقلی اور نقلی دلیل

نسخ کے اقسام

- ۴۹..... حفاظت قرآن اور جمع قرآن کے مراحل
- ۴۹..... عہد نبوی میں حفاظت قرآن
- ۵۳..... عہد رسالت میں کتابت قرآن کا پہلا مرحلہ
- ۵۱..... خلاصہ کلام
- ۵۰..... دور صدیقی میں جمع قرآن کا مرحلہ
- ۲۱..... عہد ابی بکر میں جمع قرآن کا طریقہ کار
- ۲۸..... حضرت عثمان کے عہد میں جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ
- ۴۱..... خلاصہ
- ۴۰..... شیعوں کا قرآن مجید پر نہ کبھی ایمان تھا اور نہ آئندہ ممکن ہے
- ۴۰..... سوال
- ۴۰..... جواب
- ۴۰..... ہمارا دعویٰ ہے کہ
- ۴۲..... وجہ اول
- ۴۲..... وجہ دوم
- ۴۲..... خلاصہ
- ۴۹..... جا معین و ناقلین قرآن کے کافر و مرتد ہونے کا شیعوں کی کتابوں سے ثبوت
- ۸۴..... شیعوں کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کی تیسری وجہ اور تحریف کی پانچ قسمیں
- ۸۴..... پہلا اقرار
- ۸۴..... دوسرا اقرار
- ۸۵..... تیسرا اقرار

- ۸۵..... قرآن کریم میں کم کئے جانے کی روایات
- ۱۰۵..... قرآن مجید میں زیادتی کی روایتیں
- ۱۱۰..... قرآن شریف کے حروف والفاظ کے بدلے جانے کی روایتیں
- ۱۱۶..... موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے
- ۱۳۰..... تحریف کی پانچویں قسمیں (سورتوں کی ترتیب الٹ پلٹ کر کے)
- ۱۱۳..... علمائے شیعہ کے تینوں اقرار
- ۱۳۳..... جناب علی عبیدی کے دعویٰ کا علمی جائزہ
- ۱۱۶..... شیعہ حضرات کا اصلی چہرہ
- ۱۲۶..... انکار تحریف ازراہ تقیہ ہونے کے روشن دلائل
- ۱۱۷..... اپنوں نے بھی اعتراف کر لیا
- ۱۵۰..... کچھ منکرین تحریف کے دلائل کے بارے میں
- ۱۵۱..... فائدہ
- ۱۵۸..... خلاصہ کلام
- ۱۵۹..... اول
- ۱۵۹..... دوم
- ۱۵۹..... سوم
- ۱۶۰..... اہل سنت کے یہاں نہ تحریف کی کوئی روایت ہے نہ ان کا کوئی متنفس کبھی تحریف کا قائل ہوا
- ۱۱۴..... آدم برسر مطلب
- ۱۶۳..... یاد رکھنے کی باتیں
- ۱۶۵..... الجواب بعون الملک الوہاب
- ۱۷۳..... اصول کرنی کی اصل عبارت اور اس کا مقصد

پیش لفظ

۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰۰۵ء میں درالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری

ٹاؤن کراچی میں ایک شیعہ نے استفتاء جمع کرایا جس میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”ہم شیعہ تحریف قرآن کے نہ پہلے کبھی قائل تھے اور نہ ہی اب قائل ہیں یہ ہمارے اوپر بے جا الزام ہے اور انتہائی دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے محافظین قرآن اہلسنت والجماعت پر تحریف قرآن کا الزام لگایا ہے اور اس کیلئے ہماری کتابوں سے کچھ عبارات تھوڑے مروڑ کر نقل کیے ہیں۔“

زیر نظر رسالہ میں اس جرم کے حقیقی مرتکب کو واضح کیا گیا ہے نیز یہ کہ مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ بنوری ٹاؤن کے درالافتاء سے بطور ایک فتویٰ کے جاری ہوا ہے نیز رسالہ کے شروع میں اس شیعہ جناب کے سوالات کو رکھا گیا اور بعد میں بالتفصیل اسکی وضاحت کی گئی ہے

اللہ تعالیٰ اس سعی کو نفع المخلوق کیلئے قبول فرمائیں۔

کتبہ

محمد انعام اللہ خان بنوری

مفتی محمد انعام اللہ خان بنوری

مکان 317/C محلہ بہاٹھیہ چار بنگلی

فون: 03339720234, 03333426033

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید دین پوری دامت برکاتہم

نائب رئیس دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ایک تفصیلی استفسار جمع کرایا گیا جس میں شیعوں کی طرف تحریف قرآن کے عقیدہ کی نسبت کو غلط قرار دیا گیا اور ساتھ ہی اہل سنت والجماعت (کثر اللہ سوادہم) کے علماء کے کتب سے فرضی طور پر تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کا مدلل و مفصل جواب عزیز محترم مولانا انعام اللہ زید علمہ نے موثر انداز میں دیا اور ان کے عقیدہ تحریف کو ان کی کتب سے بھرپور انداز سے ثابت کیا ہے اور علمائے اہل سنت پر ان کے کذب و افترا کا پردہ چاک کیا ہے۔

عزیز موصوف نے اس استفتاء اور جواب کو اپنے طور پر کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کے لیے یہ چند حروف لکھ دیے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہذا کو قبول فرمائے اور قائلین تحریف کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

محمد عبدالمجید دین پوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

MUFTI MUHAMMAD ABDUL MAJEED
DEEN PURI

Vice Principal Darul Iftaa

(Imam ul Uloom ul Islamiyah Allama Bahau Town)

Karachi 74800 P.O. Box - 3465 (Pakistan)

Phone: 4925352 4913570 Fax: 4919531

مفتی محمد عبد المجید پوری

مدرسہ دارالافتاء

جامعہ العلوم اسلامیہ امام باہو ٹاؤن، کراچی

پتہ: 74800، پ.و. بکس - 3465، پاکستان

فون: 4925352، 4913570 فیکس: 4919531

Date: _____

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ایک تفصیلی استفتاء جمعہ
کرایا گیا جس میں شیعوں کی طرف تحریف قرآن کے عقیدہ کی نسبت کو غلط قرار
دیا گیا اور ساتھ ہی اہل سنت والجماعت (کنز اللہ سواد ہم) کے علماء کی کتب سے
فرضی طور پر تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔
اس کا مدلل و مفصل جواب عزیز محترم مولانا انعام اللہ زبیر علمہ نے مؤثر
انداز میں دیا ہے ان کے عقیدہ تحریف کو ان کی کتب سے بھرپور انداز سے ثابت کیا ہے
اور علماء اہل سنت پر ان کے کذب و افتراء کا پردہ چاک کیا ہے
عزیز موصوف نے اس استفتاء اور جواب کو اپنے طور پر کتابی شکل میں شائع
کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کے لئے یہ چند حروف لکھ دیئے
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہذا کو قبول فرمائے اور قائلین تحریف کیلئے ہدایت
کا ذریعہ بنائے۔



شیعہ اور عقیدہ تحریف قرآن

عالم تشیع کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ شیعوں میں ”مذہبی حیثیت“ سے کسی دور میں نہ تحریف قرآن کا عقیدہ تھا اور نہ آج ہے۔ ہم تو قرآن کریم کے ”ب“ کے نقطے تک کو نہیں چھوڑ سکتے۔ دو چار افراد اگر کسی قسم کا تصور رکھتے ہیں تو وہ ان کا ذاتی نظریہ ہے جیسے مذہبی عقیدہ کا نام نہیں دیا جاسکتا ہے۔ مذہبی عقیدہ کے لئے حسب تریں ارشادات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

(۱) حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

”ہم نے بندوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن کو حکم بنایا ہے اور قرآن

وہی ہے جو بین الدین مسطور ہے۔ وہ زبان سے نہیں بولتا بلکہ

اس کے لئے ترجمان کی ضرورت ہے۔“

(نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۷۷ رحمانیہ ۷۷)

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”قرآن کلام خدا کتاب خدا اور وحی و تنزیل خدا ہے۔ یہی وہ

کتاب ہے کہ جس کے قریب بھی باطل کا گزرنے سے، نہ اب

کوئی اس کو باطل قرار دینے والا ہے اور نہ ہی پہلے تھا یہ حکیم و حمید

خدا کا نازل کردہ ہے۔“

(امالی الشیخ الصدوق ص ۵۴۵ طبع ایران۔)

آج قرآن مجید کے متعدد قلمی نسخے حضرت علی، امام حسن، امام حسین اور

امام زین العابدین کے قلم مبارک سے لکھے ہوئے ابھی تک کتاب خانہ امام رضا مشہد مقدس ایران میں محفوظ ہیں جن کی ترتیب بعینہ موجودہ قرآن کے عین مطابق ہے۔ آج کسی شیعہ مسجد، امام بارگاہ، اور گھر میں دعوت عام ہے کہ جا کر دیکھیں کہ آیا اس قرآن میں اور جواہل سنت کے ہاں ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی پائی جاتی ہے۔ اس کے باوجود شیعہ پر تحریف قرآن کا الزام لگانا پر لے درجے کی حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔

حسب ذیل علماء شیعہ نے انکار تحریف کیا ہے:

۱۔ شیخ الحدیث ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین الصدوق (متوفی ۳۸۱ھ) جنہوں نے انکار تحریف کو مذہب کے ضروریات میں قرار دیا (حاشیہ باب حاوی عشر۔)

۲۔ عمید الطائفہ محمد بن محمد بن النعمان الممقید (۴۱۳ھ) کتاب اوائل المقالات۔

۳۔ الشریف المرتضیٰ علم الہدیٰ علی بن الحسین (۴۲۶ھ) اجوبۃ المسائل المسطر البیات۔

۴۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی (۴۶۰ھ) مقدمہ تفسیر البیان جلد ۱ ص ۳۔

۵۔ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی (۵۲۸ھ) مجمع البیان جلد ۱ ص ۱۵۔

۶۔ جمال الدین ابو منصور الحسن بن یوسف بن المطہر الحلی (۵۲۶ھ) اجوبۃ المسائل المہنادیہ۔

۷۔ محقق احمد اردبیلی (۹۹۳ھ) مجمع الفائدة جلد ۲ ص ۲۱۸۔

۸۔ شیخ الکبیر کاشف الغطاء (۱۲۲۸ھ) کشف الغطاء کتاب القرآن من الصلوٰۃ۔

۹۔ السید شرف الدین العالمی (۱۳۸۱ھ) فی المہمہ ص ۱۶۳۔

- ۱۰۔ السید محسن الامین العاطلی۔ (۱۳۸۱ھ) اعیان الشیعه جلد ۱ ص ۴۱۔
 ۱۱۔ السید علامہ الطبا طبائی (۱۴۰۲ھ) تفسیر المیزان جلد ۱۲ ص ۱۰۶۔ ۱۳۷۔
 ۱۲۔ السید الخمینی۔ تہذیب الاصول جلد ۲ ص ۱۶۵۔
 ۱۳۔ السید ابوالقاسم الخوی (۱۴۱۳ھ) البیان ص ۲۱۵، ص ۲۵۴۔

(نوٹ: حوالے ۱۳ تا ۱۴ خود کتاب رمضان ۱۴۱۸ھ علامہ سید ذیشان حیدر جوادی طاب ثراہ۔ طبع تنظیم المکاتب ہندوستان۔)

۱۔ قرآن میں چار حروف غلط ہیں۔

(المصاحف ابی بکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان لبنان۔ ص ۴۲ تا ۴۳۔)

۲۔ سورۃ الحمد میں عمر ابن خطاب نے اضافہ کیا صراط الذین انعمت کے

بدلے میں صراط من انعمت علیہم المفضوب علیہم و غیر الضالین۔

(المصاحف ابی بکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان لبنان۔ ص ۴۳۔)

۳۔ قرآن میں لفظی تحریف کی گئی۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری الجز الثالث۔ ص ۳۹۵۔)

۴۔ آیت رجم موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔

(مسند الامام احمد بن حنبل جلد السادس۔ ص ۳۶۹۔)

۵۔ صحابہ کی رائے کے خلاف اگر کوئی آیت ہو تو اس کو منسوخ جانو۔

(اصول الکفرنی امام عبید اللہ بن حسن کرخنی ص ۲۴۔)

۶۔ سورۃ الحمد میں عمر ابن خطاب غیر الضالین پڑھتے تھے۔

(الدر المنثور للسيوطی الجزء اول ص ۱۵۔)

۷۔ عائشہ کہتی ہیں کہ ”رجم اور رضاعت کی آیت قرآن میں نازل ہوئی تھی

وہ ایک کاغذ میں میرے بستر کے نیچے رکھی تھی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی او
ر ہم مشغول ہوئے تو گھر میں ایک بکری گھس گئی اور اس نے وہ کاغذ کھا لیا۔“

(سنن ابن ماجہ (اردو) اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی جلد اول صفحہ ۲۳۔۵۰)

۸۔ عائشہ سے روایت ہے کہ آیت ”عشر رضاعات معلومات“ اور ”تی

اس کے دس گھونٹ معلوم کے یہ ہے حرام کرتے ہیں نکاح کو پھر منسوخ ہو گئی پہلی آیت

سے یعنی پانچ گھونٹ خنفس معلومات پھر وفات پانچ رسول اللہ ﷺ نے اور وہ آیت

قرآن میں پڑھی جاتی تھی مگر اب قرآن میں یہ آیت نہیں ہے۔

(سنن نسائی شریف مترجم اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی۔ جلد دوم کتاب النکاح

ص ۱۰۲۔)

۹۔ سورہ آل عمران آیت ۱۳۳: عبد اللہ ابن مسعود اور ابن عباس کی قراۃ میں ”

الرسل“ نہیں ”رسل“ تھا۔

(تفسیر عثمانی ترجمہ شیخ الہند محمود الحسن تفسیر شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی، جلد اول ص ۲۲۹۔)

۱۰۔ سورۃ النساء آیت ۱۲: متعدد صحابہ کی قراۃ اولہ اخ او اخت کے بعد من

الام کا کلمہ صریح موجود تھا جو اب نہیں ہے۔

(ایضاً ص ۲۵۹۔)

۱۱۔ سورہ الانعام آیت نمبر ۱۵۸ ابن المنیر وغیرہ محققین کے نزدیک۔ لا

ینفع نفساً ایمانها أو کسبها خیر الم تکن آمنت من قبل اولم تکن
کسبت فی ایمانها خیراً تھا۔ ”او کسبها خیراً“ اب نہیں ہے۔

(ایضاً ص ۳۲۳۔)

۱۲۔ سورہ مریم آیت ۵۵ عبداللہ ابن مسعود کے مصحف میں اہلہ کی جگہ تومہ

تھا جواب نہیں ہے۔

(ایضاً، جلد دوم ص ۶۱۔)

۱۳۔ سورہ النور آیت ۲: آیت رجم پہلے قرآن میں تھی جواب نہیں ہے۔

(ایضاً، جلد دوم ص ۱۰۳۔)

۱۴۔ سورۃ العنکبوت آیت ۱۱: ابن عباس کے نزدیک لیعلمن اللہ کے

بجائے لیورین اللہ۔

(حوالہ تفسیر ابن کثیر، ایضاً، ص ۵۸۔)

۱۵۔ سورہ احزاب آیت تطہیر بحوالہ مسند احمد پنچتن پاک کے نام صریحاً۔

(ایضاً، ص ۳۵۳۔)

۱۶۔ سورہ احزاب آیت ۶: ابن ابی کعب کی قرآت میں آیت النبی اولیٰ

بالمؤمنین کے ساتھ و هو اب لهم تھا۔

(ایضاً ص ۳۲۳۔)

۱۷۔ سورہ یسین آیت ۳۵: لیا کلوا من ثمره وما عملته ایدیہم

افلا يشكرون ابن مسعود کی قرأت میں ”مما عملته ايديهم“ ہے۔

(ایضاً ص ۳۰۶۔)

۱۸۔ سورہ الصافات آیت ۱۳: سلام علی ال یاسین، بعض نے اس کو آل

یسین بھی پڑھا ہے۔

(ایضاً، ص ۳۲۷۔)

۱۹۔ سورہ الزمر آیت ۵۳: ”ان الله يغفر الذنوب جميعا“ کو ”لکن

یشاء“ کے ساتھ مقید سمجھنا۔

(ایضاً ص ۳۶۰۔)

۲۰۔ سورہ المؤمن آیت ۶: انهم اصحاب النار کولانہم سے معنی پلائی

ہیں۔

(ایضاً، ص ۳۶۸۔)

۲۱۔ سورہ الشوریٰ آیت ۲۳: قریبی سے مراد بعض علماء نے اہل بیت شیعہ کی

محبت مراد لی ہے۔

(ایضاً، ص ۳۱۲۔)

۲۲۔ سورہ الحدید آیت ۲۹: ”لئلا یعلم“ اصل میں ”لکی یعلم“ ہے۔

(ایضاً، ص ۶۵۳۔)

۲۳۔ سورہ طلاق آیت ۶: اسکنوہن من حیث سکنتم من

وجدکم۔ مصحف ابن مسعود میں یہ آیت اس طرح تھی اسکنوہن من حیث

سکنتم وانفقو علیہن من وجدکم۔

(ایضاً، ص ۷۰۰۔)

۲۳۔ معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور والناس) ابن مسعود ان دو

سورتوں کو اپنی مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔

(ایضاً، ص ۸۶۰۔)

۲۵۔ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ ایک

کام کیا نہیں اور خیال ہوتا تھا کہ چکے ہیں، کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا۔

(ایضاً، ص ۸۶۰۔)

۲۶۔ زید بن ثابت نے جب قرآن جمع کیا اور ابو بکر میں تو ہر آیت کے

لئے دو گواہ طلب کرتے تھے صرف ابی خزیمہ انصاری کی ایک گواہی کافی سمجھتے تھے

(اتقان فی علوم القرآن للسیوطی طبع ادارہ اسلامیہ لاہور پاکستان ۱۹۸۲ء جلد اول)

(ص ۱۰۷۔)

۲۷۔ جب عمر ابن خطاب نے آیتہ رجم پیش کی تو اسے نہیں لکھا کیونکہ اس

بارے میں تنہا عمر کے سوا اور کوئی شہادت بہم نہیں پہنچی۔

(ایضاً، ص ۷۵۷۔)

۲۸۔ جب کفار مکہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ”ہے

محمد ﷺ! آج اور چل کر ہمارے دیوتاؤں کو چھو لو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے دین میں

داخل ہو جائیں“ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ دل سے چاہتے تھے کہ ان کی قوم کسی طرح

اسلام قبول کر لے اس لئے آپ ﷺ کا دل ان کی بات پر مائل ہو گیا اس وقت خداوند

کریم نے آیت نازل فرمایا ”وان کاوا لیفتنوک عن الذی او حینا الیک“

(ایضاً، ص ۸۲۔)

۲۹۔ سورہ برآة طوالت میں سورۃ البقرہ کے ہم پلہ تھی۔ سورہ برآت میں اس وقت ۱۲۹ آیات ہیں۔ اور سورۃ بقرہ میں ۲۸۶ آیات ہیں۔

(ایضاً، ص ۱۷۴۔)

۳۰۔ ابن مسعود نے چونکہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھا ہے اس لئے اس میں ۱۱۲ سورتیں ہیں اور ابی بن کعب کے مصحف میں ۱۱۶ سورتیں ہیں اس لئے کہ انہوں نے آخر میں سور الحقد اور الخلع دو سورتیں بڑھادی ہیں۔

(ایضاً، ص ۱۷۴۔)

۳۱۔ حدثنا اسمعيل بن ابراهيم عن ايوب عن نافع عن عبد الله بن عمر ابن خطاب کہ ابن عمر نے کہا ”بے شک تم لوگوں میں سے کوئی شخص یہ بات کہے گا کہ ”میں نے تمام قرآن اخذ کر لیا ہے۔“ بحالیکہ اسے یہ بات معلوم ہی نہیں کہ تمام قرآن کتنا تھا۔ کیونکہ قرآن میں سے بہت سا حصہ جاتا رہا۔“

(الاتقان فی علوم القرآن علامہ جلال الدین سیوطی جلد دوم، صفحہ ۱۴۲۔)

۳۲۔ عن عائشة فرمایا ”رسول اللہ ﷺ کے ایام میں سورۃ الاحزاب دو سو آیتوں کی پڑھی جاتی تھی پھر جس وقت عثمان نے مصاحف لکھے اس وقت ہم نے ان سورت میں بجز موجودہ مقدار (۷۲ آیات) اور کچھ نہیں پایا۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۳۔)

۳۳۔ زر بن حبیش نے کہا کہ ان سے ابی بن کعب نے دریافت کیا ”تم سورۃ الاحزاب کو کس قدر شمار کرتے ہو؟“۔ زر بن حبیش نے جواب دیا ”بہتر (۷۲) یا بہتر (۷۳)۔“ ابی بن کعب نے کہا ”اگرچہ یہ سورۃ البقرہ (۲۸۶ آیات) کے معادل

تھی۔ اور اگرچہ اس میں آیت رجم کی قرأت کیا کرتے تھے۔“ زرنے دریافت کیا آیت رجم کیا تھی۔“ ابی بن کعب نے کہا ”اذا زنا الشيخ والشيخة فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزيز حكيم۔“

(الاتقان فی علوم القرآن علامہ جلال الدین سیوطی، جلد دوم، صفحہ ۶۳۔)

۳۳۔ ابن ابی حمید عن حميدة بنت ابی یونس اس نے کہا ”میرے باپ نے جس کی عمر ۸۰ سال کی تھی مجھ کو عائشہ کے مصحف سے پڑھ کر سنایا ”ان الله ملائکته.....“ وعلی الدین یصلون الصفوف الاول“۔ راویہ نے کہا یہ آیت عثمان کے مصحف میں تغیر کرنے سے قبل یوں ہی تھی۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۸۔)

۳۵۔ ابی موسیٰ الاشعری نے کہا ایک سورہ، سورۃ براءت کی مثل نازل ہوئی

تھی۔ پھر وہ سورہ اٹھالی گئی (دور عثمان میں) اور اس میں سے مجھ کو اتنا حصہ یاد رہا ”ان الله سیود هذا الدین باقوام لا خلاق..... الخ.“

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۷۰۔)

۳۶۔ ابن ابی حاتم نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا

”ہم ایک سورہ پڑھا کرتے تھے کہ جس کو ہم مسجات سورتوں میں سے ایک سورہ کے مشابہ قرار دیتے تھے ہم اس کو بھولے نہیں بجز اس کے کہ میں نے اس میں سے اتنا ہی یاد رکھا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا مالا تفعلون فتکتب شهادة فی عناقهم فتسألون عنها یوم القيامة۔“

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۵۔)

۳۷۔ عدی بن عدی نے کہا کہ عمر نے کہا ہم لوگ پڑھا کرتے تھے ” لا ترغبوا عن ابائکم فانہ کفر بکم“ جواب نہیں ہے۔

(ایضاً، جلد دوم، ص ۶۶۔)

۳۸۔ عمر ابن خطاب نے عبدالرحمن بن عوف سے سوال کیا ”کیا قرآن میں یہ نہیں تھا، ان جاہدوا کما جہدتم اول مرۃ“ کیونکہ ہم اس کو نہیں پاتے ”عبدالرحمن نے جواب دیا ہاں یہ بھی منجملہ ان آیات کے حذف ہو گئی ہے جو کہ قرآن میں سے حذف کی گئیں۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۶۔)

۳۹۔ حسین بن المناری نے اپنی کتاب النسخ والسنوخ میں بیان کیا ہے کہ منجملہ ان چیزوں کے جن کی کتابت قرآن سے نکال دی گئی ہے مگر اس کی یاد دہانی سے اٹھائی نہیں گئی۔ نماز وتر میں پڑھی جانے والی قنوت کی دو سورتیں ہیں اور وہ سورۃ الخلع اور سورۃ الخفد کہلاتی ہیں۔

(الاتقان فی علوم القرآن ادارہ اسلامیات لاہور طبع اگست ۱۹۸۲ء جلد دوم صفحہ ۶۶۔)

۴۰۔ مستدرک میں حدیفہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ”جو تم پڑھتے ہو اس کا ایک چہارم ہے“ یعنی سورہ براءت کا۔

(ایضاً، جلد دوم، ص ۶۶۔)

۴۱۔ صحیحین میں انس کی روایت ہے ان بیر معونہ کے اصحاب کے قصہ میں جو قتل کر دیئے گئے تھے بارے میں کچھ قرآن نازل ہوا تھا اور ہم نے اس کو پڑھا بھی یہاں تک وہ نکال دیا گیا اور وہ قرآن یہ تھا ”ان بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا

(ایضاً، جلد دوم، ص ۶۶۔)

۴۲۔ ابن الضریس نے کتاب فضائل القرآن میں یعلیٰ بن حکیم کے واسطے سے زید بن اسلم کی یہ روایت درج کی ہے کہ ”عمر بن خطاب نے لوگوں کو خطبہ سنانے کے اثناء میں کہا تم لوگ آیت رجم کے بارے میں کوئی شکایت نہ کرو کیونکہ یہ آیت حق ہے اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس کو مصحف میں بھی لکھ دوں پھر میں نے ابی بن کعب سے اس کے متعلق رائے لی تو انہوں نے کہا ”کیا جس وقت میں (ابی بن کعب) اس آیت کی قرأت رسول اللہ ﷺ سے سیکھ رہا تھا اس وقت تم ہی (یعنی عمر بن خطاب) نے آ کر میرے سینہ پر ہاتھ نہیں مارا اور یہ نہیں کہا، تو رسول اللہ ﷺ سے یہ آیت رجم پڑھنا سیکھتا ہے اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ گدہوں کی طرح اس کام (زنا) میں مشغول رہتے ہیں۔“ (واضح رہے یہ زمانہ رسول اللہ ﷺ کی حالت ہے)۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۸ تا ۷۱۔)

۴۳۔ طبرانی نے عمر ابن خطابؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قرآن کے اس لاکھ ستائیس حروف ہیں۔

(ایضاً، جلد اول، ۱۸۷۔)

۴۴۔ بہت سے لوگوں نے قرآن کے کلمات کا شمار ستر ہزار سو تینتیس (۷۷۹۳۳) بتایا ہے۔ بعضوں نے ہزار کے عدد سے نیچے چار سو تینتیس (۴۳۷) کچھ لوگوں نے دو سو ستر (۲۷۷) کلمات بیان کئے ہیں۔

(ایضاً، جلد اول، ص ۱۸۷۔)

۳۵۔ ابن الضریس نے عثمان بن خطاب کے طریق پر بواسطہ اس کے باپ

عطا کے ابن عباس سے روایت کہ ہے کہ انہوں نے کہا ”قرآن مجید کی جملہ آیتیں چھ

ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) اور قرآن کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار چھ سو اکتھتر

(۳۲۳۶۷۱)۔ مگر پھر اس تعداد کے بارے میں ان کے آپس میں اختلاف ہو گیا ہے۔

بعض لوگوں نے کچھ زیادہ، چند اصحاب نے دو سو چار آیتیں زائد بتائی ہیں اور کئی، تو ال

میں دو سو کی تعداد سے اوپر ہونی والی آیتوں دو سو چودہ، دو سو انیس، دو سو پچیس اور دو سو

چھتیس آیتیں کہا گیا ہے۔

(الاتقان فی علوم القرآن علامہ جلال الدین سیوطی اول، صفحہ ۹۷۔)

نوٹ: (واضح رہے کہ عمر ابن خطاب کے قول کے بموجب دس لاکھ ستائیس ہزار

حروف تھے۔)

۳۶۔ ترمذی نے عمرو بن ابی سلمہ سے اور ابن جریر وغیرہ نے ام المؤمنین ام

سلمہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے جس وقت آیہ کریمہ ”انما یرید اللہ

لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیرا“ کا نزول ہوا، اس

وقت فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ، اور حسینؑ کو بلا کر ایک چادر کے نیچے ڈھانپ لیا اور فرمایا ”واللہ

یہی لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ پس بارالہا! تو ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو ایسا

پاک بنا دے جیسا کہ پاک بنانے کا حق ہے۔“

(ایضاً، جلد دوم، ص ۴۹۰۔)

۳۷۔ ابو نعیم نے کتاب الحلیہ میں ابن سعود سے روایت کی ہے کہ

انہوں نے کہا ”بے شک قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے پس ان میں سے کوئی

حرف ایسا نہیں جس کا ظاہر اور ایک باطن نہ ہو۔ بلاشبہ علی ابن ابی طالب کے پاس اس میں کے ظاہر اور باطن دونوں ہیں۔“

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۴۶۰۔)

۴۸۔ سب سے زیادہ روایتیں تفسیر قرآن کے متعلق علی ابن ابی طالب سے

وارد ہوئی ہیں۔ ابی بکر سے حدیث کی قلت ہے اور تفسیر قرآن کے بارے میں بہت کم اقوال ہیں جو تعداد میں دس سے بھی آگے نہ بڑھتے ہوں گے۔ اور حضرت علیؑ کے بکثرت آثار تفسیر کے بارے میں مروی ہیں۔

(ایضاً، جلد دوم، ص ۲۵۹۔)

۴۹۔ معمر نے وہب بن عبداللہ سے اور وہب نے ابی الطفیل سے روایت

کی ہے کہ اس نے کہا ”میں نے علی ابن ابی طالب کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پھر کہہ رہے تھے کہ تم لوگ مجھ سے سوال کرو۔ کیونکہ واللہ تم جس بات کو دریافت کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ اور مجھ سے کتاب اللہ تعالیٰ کی نسبت پوچھو اس لئے وانہ کوئی آیت ایسی نہیں جس کی بابت مجھ کو یہ علم نہ ہو کہ آیا وہ رات میں اتری ہے یا دن میں اور ہموار میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں۔“

(الاتقان فی علوم القرآن علامہ جلال الدین سیوطی، جلد دوم ص ۴۶۰۔)

۵۰۔ بخاری نے ابن ابی ملیکہ کے طریق پر ابن عباس سے روایت کی ہے

انہوں نے کہا ”ایک دن عمر ابن خطاب نے اصحاب رسول ﷺ سے دریافت کیا تمہارے خیال میں یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ”ایود احد کم ان تکون له جنة من نخيل واعناب“ صحابہ نے کہا اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ عمر بن خطاب

اس جواب کو سن کر خفا ہوئے اور انہوں نے غصے سے کہا ”صاف کہو ہم نہیں جانتے۔“

(ایضاً بخاری جلد دوم کتاب التفسیر باب ایودا حد کم ۶۰۸ حدیث ۱۶۲۵-ص ۴۶۲-)

۵۱۔ جب مصحفوں کو عثمان بن عفان نے تیار کر لیا تو اس کے نسخے پر ایک

ملک بھیجوایا اور اس کے سوا جتنے الگ الگ پرچوں اور ورقوں میں قرآن لکھا ہوا تھا سب کو جلانے کا حکم دیا۔

(بخاری جلد دوم کتاب التفسیر باب جمع القرآن حدیث ۲۰۸۹، ص ۹۳-)

۵۲۔ عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب کے مصحف میں قما استمتم بہ

منہن کے بعد الیٰ اجل مسمیٰ تھا جواب موجود نہیں ہے۔

(صحیح مسلم باب النکاح المصحف جلد چہارم صفحہ ۱۲۰-)

۵۳۔ عائشہ نے کہا ”پہلے قرآن میں یہ اتر ا تھا کہ دس بار دودھ پلائے آؤ

حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر منسوخ ہو گیا اور پانچ بار پلانا ٹھہرا، رسول اللہ ﷺ کی

وفات ہوئی اور لوگ اس کو قرآن میں پڑھتے تھے۔“

(موطا امام مالک ترجمہ اردو مکتبہ رحمانیہ لاہور ص ۴۳۴-)

۵۴۔ عن انس بن مالک قال قمت وراء ابی بکر، وعمر و عثمان

فكلهم كان لا يقرأء بسم الله الرحمن الرحيم اذا افتتحوا الصلوة: ترجمہ انس

بن مالک نے کہا کہ نماز کو کھڑا ہوا میں پیچھے ابو بکر، عمر، اور عثمان کے جب نماز شروع کرتے

کوئی ان میں سے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھتا تھا۔

(موطا امام مالک اردو ترجمہ، صفحہ ۶۷-)

۵۵۔ ابن مردویہ سے عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ عہد رسول ﷺ میں آیت

بلغ کو یوں پڑھا کرتے تھے۔ یا ایہا الرسول بلغ ما نزل الیک من ربک

ان علیا مولیٰ المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمک
من الناس۔

(درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی)

(نوٹ: اس دلیل کے باوجود شیعہ تحریف کے قائل نہیں ہیں) جلد ۲ ص ۲۹۸۔

۵۶۔ عبد اللہ ابن مسعود کے مصحف میں پہلی سورہ بقرہ تھی۔ اس میں اخیرہ اور

معوزتین شامل نہیں ہے۔ اور حضرت علیؓ کے مصحف کی ابتدائی سورہ اقراء تھی۔ قرآن
جس طرح نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے محفوظ اور مرتب شکل میں
امت کو دے دیا اور یہ مصحف (قرآن) رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں لکھا ہوا مرتب
شکل میں بھی موجود تھا۔

(احسن البیان ”ترتیب قرآن“ قسط نمبر ۲ ڈاکٹر فرحت جمشید ہیوسٹن، ٹیکساس امریکہ طبع ۱۹۱۱ء
ٹائٹلر، نیویارک مورخہ ۹ اگست ۲۰۰۱ء۔)

۵۷۔ ابن جریر نے کلیب سے روایت کی ہے کہ روز جمعہ عمر ابن خطاب نے

جب سورہ آل عمران کی قرأت کی تو کہا کہ ”میں فرار ہو گیا تھا روز احد اور ایک پہاڑ پر بیٹھ کر
مانند ایک بکری کے بچے کے اچھل کو درہا تھا۔“

(درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۶۸۔)

۵۸۔ سورہ بقرہ میں تمام قاریان ”فومہ“ یعنی گہیوں کہتے تھے اور ابن

مسعود ”نوم“ (لہسن)۔

(حاشیہ صحیح بخاری باب شیطین، جلد ۶ ص ۷۔)

۵۹۔ سورہ حجر لفظ فزع اور فرغ کی قرأت میں فرق اصحاب کے زبانی۔

(صحیح بخاری باب سورہ حجر حدیث: ۲۲۲، ج ۲ ص ۱۹۵)

۶۰۔ ابن عباس اور عمر ابن خطاب کی قرأت میں فرق انما فتاہ کے بجائے

انما فتاہ پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری باب ۳۴۰ حدیث ۶۴۲ جلد ۴۔)

۶۱۔ سورہ حج آیت ۵۲۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی،

ابن عباس ”ولانبی“ کے بعد ”ولامحدث“ پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری مناقب عمر حدیث ۳۸، جلد ۵، ص ۲۲۔)

۶۲۔ سورہ کہف آیت ۷۹، وکان وراثم ملک یاخذ کل سفینة

غصبا ابن عباس یوں پڑھتے تھے، وکان امامهم ملک یاخذ کل سفینة

صالحة۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ کہف، حدیث ۲۳۹، جلد ۶، ص ۲۲۲ تا ۲۲۳۔)

۶۳۔ سورہ کہف آیت ۸۰، واما الغلم فكان ابوہ مؤمنین ابن عباس

کی قرأت واما الغلم کے بعد فكان کافرا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ کہف حدیث ۲۳۹، جلد ۶، ص ۲۲۲۔)

۶۴۔ ابوالاسود نے کہا ابو موسیٰ اشعری نے بصرہ کے قاریوں کے جو میں سو

تھے کہا کہ قرآن پڑھتے رہو اور بہت مدت ہو جانے سے سست نہ ہو جاؤ کہ تمہارے

دل سخت ہو جائیں جیسی کہ تم سے قبل کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ ہم ایک سورہ پڑھا

کرتے تھے جو طول میں اور سختی میں سورہ برأت کے برابر تھی پھر میں اس سورہ کو بھول گیا

مگر اس سورہ کی اک آیت یاد رہی ”اگر آدمی کے دو میدان ہوتے ہیں مال کے تب وہ

تیسرے کو ڈھونڈتا رہتا ہے اور آدمی کا پیٹ نہیں بھرتا“ اور ایک سورہ پڑھتے تھے اس کو

مسجات (جسے سورہ جمعہ وغیرہ) میں کی ایک سورہ کے برابر طول میں جانتے تھے میں

وہ بھی بھول گیا مگر اس میں ایک آیت یاد ہے ”اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں اور جو بات کہتے ہو اور کرتے نہیں وہ بات تمہارے گردن میں لکھے جاتی ہے اور قیامت کے دن تم سے سوال ہوگا۔“

(صحیح مسلم کتاب: الزکوٰۃ باب کراہۃ الحرص علی الدنیا۔ جلد سوم، ص ۶۶۔)

۶۵۔ عائشہ نے کہا کہ قرآن میں دودھ دس بار پینے سے حرمت کرنا ہے منکر

ہو گیا اور پانچ بار دودھ پینا حرمت کا سبب ہے اور وفات ہوئی رسول اللہ ﷺ کی اور قرآن میں پڑھا جاتا تھا جواب قرآن میں نہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الرضاع دودھ پلانے کے مسائل۔ جلد چہارم، ص ۶۸۔)

۶۶۔ عائشہ نے اپنے خادم ابو یونس کو کلام اللہ لکھنے کا حکم دیا اور جب اس

آیت پر پہنچا حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ تو عائشہ نے کہا کہ یوں لکھو ”حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ والعصاۃ العسویٰ“ لے کر میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسا ہی سنا“ (سورۃ البقرہ آیت ۲۳۷ یہ اب نہیں ہے۔)

(سنن ابوداؤد، جلد اول صفحہ ۱۶۹۔)

۶۷۔ آنحضرت ﷺ بلیٰ قد جئتک، ایسی فکذبت بیہا

واستکبرت وکنت من الکافرین سورۃ زمر ۵۹ پڑھتے تھے واحد مونث حاضر کی ضمیر اب جمہور قرآن کے نزدیک صیغہ واحد مذکر حاضر سے ہے۔

(سنن ابوداؤد، جلد سوم ص ۲۳۱۔)

۶۸۔ آنحضرت ﷺ سورہ والذاریات میں انی انا الرزاق ذو القوۃ

المتین پڑھتے تھے اب مشہور قرأت انا اللہ هو الرزاق ذو القوۃ المتین ہے۔

(سنن ابوداؤد، جلد سوم ص ۲۴۱۔)

۶۹۔ امام مالک نے ابن شہاب سے پوچھا اس آیت کی تفسیر اذانوودی

للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله تو ابن شہاب نے کہا عمر ابن خطاب اس آیت کو یوں پڑھتے تھے اذانوودی للصلوة من يوم الجمعة فامضوا الى ذكر الله.

(کتاب موطا امام مالک باب ماجاء فی السعی یوم الجمعة۔ ص ۸۰۔)

۷۰۔ ان لا ترغبوا عن آباءکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن

آبائکم او ان کفرا بکم: عمر ابن خطاب نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کی کتاب میں دوسری آیتوں کے ساتھ یہ آیت بھی پڑھتے تھے کہ اپنے باپ داداؤں کو چھوڑ کر دوسروں کو باپ دادا نہ بناؤ یہ کفر ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا اھنت۔ تیسیر البخاری ج ۸

ص ۵۶۹۔)

(سیرۃ ابن ہشام اردو باب خطبہ عمر عندیۃ ابی بکر ج ۲ ص ۸۰۸۔)

(البدلیۃ والنھلیۃ ابن کثیر عربی ج ۵ ص ۲۱۶۔)

از

(علی عبدی شیعہ) بمعرفت سید عرفان علی۔

مکان نمبر ۱۱۴/۹ اے ویگنر ہوسائٹی فیڈرل بی ایریا کراچی۔

فون ۱۴۴۷۱۴۳، گھر۔ موبائل (۰۳۰۴۲۱۳۳۳۵۸)

اہل سنت اور قرآن

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں قرآن مجید کی لاناوال دولت سے نوازا اور فرمایا کہ ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ (ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں)۔ (تفسیر عثمانی) اور تمام محامد اس ذات تبارک و تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں قرآن مجید پر ایمان لانے کی توفیق دی اور اس مقدس کتاب کی خدمت کی توفیق سے ہمیں سرفراز فرمایا اور ہمارے سینوں کو اس کا محافظ بنایا اور ہماری گردنوں میں اس کے عشق اور محبت کا ہار پہنایا اور صلوٰۃ و سلام اس مقدس ہستی پر جن کے وسیلہ سے یہ پاک کتاب ہم کو ملی۔ جس نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی کہ ہر زمانے میں تمہاری بہترین نسلیں اس امانت الہیہ کی حفاظت کریں گی، اس کے دشمن تمہارے ہاتھوں سے ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے اور خدا کی رحمت بے حساب نازل ہو آپ کے آل و اصحاب پر۔ خصوصاً ان صحابہ کبار پر جن کی نقل و روایت سے قرآن مجید بلکہ دین و ایمان کی ہر چیز ہم تک پہنچی۔ اما بعد!

اللہ جل شانہ کا ہم اہل سنت پر بہت بڑا کرم و فضل و احسان اور انعام ہے کہ ہمیں قرآن مجید جیسی مقدس کتاب سے نوازا۔ جس کے بارے میں اللہ جل شانہ نے

خود فرمایا۔ ”لاریب فیہ“ اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ اور جس کے بارے میں فرمایا
 ”انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون“ (بے شک یہ قرآن ہے عزت والا، لکھا ہوا
 ہے ایک پوشیدہ کتاب میں) اور جس کے بارے میں فرمایا ”بل هو قرآن مجید فی
 لوح محفوظ“ اور ایسی ہستی کی طرف سے آیا ہے جو پروردگار عالم ہے۔ چنانچہ فرمایا۔
 ”تنزیل من رب العلمین“ (اتارا ہوا ہے پروردگار عالم کی طرف سے) اور ایسے
 فرشتہ کو واسطہ بنایا جس کی توثیق بھی خود رب العالمین نے فرمائی۔ ”انہ لقول رسول
 کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین، مطاع ثم امین“ (مقرر یہ کہا ہے
 ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا، قوت والا عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا اور
 ایسے صادق اور امین اور رحمتہ ^{للعلمین} پر نازل ہوا جن کے بارے میں فرمایا ”وما
 ارسلناک الا رحمة للعالمین“ (اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کہ وہاں
 کے لوگوں پر) اور جن کے بارے میں فرمایا ”وما ینطق عن الہوی ان ہر الا
 وحی یوحی“ (اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا) اور ان کے
 بعد ہم تک ایسے ذریعہ سے اس دولت عظیمہ کو پہنچایا جن کے بارے میں مالک کا یہ
 نے خود فرمایا ”والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم توہم : کما
 سجداً یتغون فضلاً من اللہ ورضواناً الایۃ“ (اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں
 زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے گا ان کو رکوع میں اور سجدہ میں
 ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی)۔ (تفسیر عثمانی)

اور جن کو اپنی رضا مندی کا سرٹیفیکیٹ دے کر فرمایا ”رضی اللہ عنہم

ورضوا عنہ“ اور جن کے بارے میں سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ”اصحابی

کالنجوم باہم اقتدیتم اہتدیتم“ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ ان میں جس کی بھی اقتداء کرو، ہدایت پاؤ گے۔“ اور چونکہ اللہ علیم وخبیر کو یہ بات معلوم تھی کہ کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو لوگوں کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے موجودہ قرآن کو غیر محفوظ باور کرانے کی سازشیں کریں گے اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالیں گے کہ اس میں کمی زیادتی، تغیر و تبدل واقع ہوا ہے تو ایسے لوگوں کے منہ بند کرنے کے لئے فرمایا ”انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون“ اور فرمایا ”لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ الایۃ“ (اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے)۔

قرآن کریم اللہ جل شانہ کی ایسی معجز کتاب ہے کہ جو لوگ اس کو حق سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ذریعہ ان کو ہدایت نصیب فرماتے ہیں اور جو اس میں شک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مزید بھٹکا دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ”یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفسقین“ (گمراہ کرتا ہے خدائے تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو، اور گمراہ نہیں کرتا اس مثل سے مگر بدکاروں کو) اور اللہ جل شانہ کا ہم اہلسنت والجماعت پر خصوصی کرم و مہربانی ہے کہ ہمیں موجودہ قرآن پر ایمان نصیب فرمایا۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ موجود بین الدنین قرآن ہی اصل قرآن ہے۔ نہ اس میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہوا ہے، نہ کوئی کمی، زیادتی، ہر قسم کی تحریف لفظی سے مبرا ہے اور یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآن مجید کے بارے میں مذکورہ عقیدہ

تب بن سکتا ہے کہ ان واسطوں کو قابل اعتماد سمجھا جائے۔ جن واسطوں سے قرآن موجود و محفوظ ہم تک پہنچا ہے اور بغیر اس کے اسلام کا کوئی ادنیٰ جزء بھی درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت فرما رہے تھے تو آپ کے بعد دو چیزیں دنیا میں موجود تھیں۔ ایک کتاب اللہ جو حق تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل فرمائی اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا، دوسری آپ ﷺ کی جماعت جو آنحضرت ﷺ نے ۲۳ سال کی محنت سے تیار کی، جس کی اصلاح و تربیت براہ راست وحی الہی کی نگرانی میں آپ کی مبارک تعلیم و تربیت سے ہوئی۔ اور جسے آزمائش و امتحان میں پورا اترنے کے بعد ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ کے بیج کرامت سے سرفراز فرمایا گیا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے لائے ہوئے زبان کے قائم و دائم رہنے کا مدار انہی دو چیزوں پر تھا۔ ”کتاب اللہ“ اور ”جماعت نبی ﷺ“۔ تو ظاہر ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ”کتاب اللہ“ اپنی صحیح حالت میں محفوظ نہیں رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اپنی صحیح حالت پر باقی نہیں رہا اور آنحضرت ﷺ کے ۲۳ سالہ محنت اور فیضان نبوت کے نتیجے میں قدوسیوں کی جو جماعت تیار ہوئی تھی اور جن پر آپ ﷺ کے بعد اسلام کی دعوت تبلیغ کی ذمہ داری عائد ہوئی، ان کے بارے میں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وہ پوری کی پوری جماعت یا اس کی غالب اکثریت خدا اور رسول ﷺ سے منحرف ہو گئی تھی تو اس کا نتیجہ بھی اسلام کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ بعد والوں کو جو کچھ ملا انہی کے واسطے سے ملا۔ وہی قرآن کے ناقل ہیں، انہی سے احادیث مروی ہیں۔ انہی سے دین کی ایک ایک بات منقول ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت اور آپ ﷺ

پر قرآن کریم کے نزول کے عینی شاہد بھی وہی ہیں۔ پس اگر جماعت نبی علیہ السلام لائق اعتماد نہ ہو تو نہ قرآن کریم لائق اعتماد رہتا ہے نہ دین اسلام کی کوئی بات۔ نہ آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کا کوئی ثبوت باقی رہتا ہے اور نہ اس امر کا کوئی ثبوت باقی رہتا ہے کہ قرآن کریم واقعتاً آپ پر نازل ہوا تھا۔

الغرض اصحاب رسول (ﷺ) کے لائق اعتماد ہونے پر پورے دین کا مدار ہے۔ صحابہ وہ بنیادیں ہیں جس پر دین محمدی کی عمارت کھڑی ہے۔ اگر صحابہ قابل اعتماد ہیں تو دین بھی لائق اعتماد ہے اور اگر وہ لائق اعتماد نہیں تو دین کی کوئی چیز بھی لائق اعتماد نہیں رہتی۔ لہذا یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن موجود مکمل اور محفوظ ہے، اس کے لئے لازماً صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ایسا بھروسہ کرنا ہوگا جیسا کہ مسلمانوں کو حکم ہے اور وہ الحمد للہ ہم اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا ہے۔ نیز صحابہؓ (ناقلین قرآن) کے صداقت اور عدالت کی اس سے زیادہ روشن دلیل کیا ہوگی کہ ان کا نقل کردہ اور روایت کردہ قرآن مجید ویسا ہی معجز ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ حتیٰ کہ غیر مذہبوں کو بھی قرآن کریم کا اعجاز تسلیم کرنا پڑا۔ ورنہ اگر صحابہؓ نے قرآن میں تحریف کی ہوئی تو قرآن کا وہ اعجاز کیسے باقی رہتا۔ جس کا غیر مذہبوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔

ذیل میں غیر مسلموں کے حقانیت قرآن کے بارے میں کچھ اقوال ملاحظہ ہوں:

قرآن کریم کی حقانیت غیروں کی نگاہ میں

قرآن موجود و محفوظ ایسی معجز کتاب ہے کہ باوجودیکہ غیر مذہبوں کی اپنی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے، لیکن پھر بھی وہ (یہود و نصاریٰ) قرآن کریم کے اعجاز

۳۱
سے متاثر ہو کر برملا قرآن کریم کی حقانیت کا اقرار کرتے ہیں۔

(۱) چنانچہ ”سرولیم میوز“ اپنی کتاب ”لائف آف محمد“ میں لکھتا ہے کہ:

”جہاں تک ہماری معلومات ہیں، دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس قرآن مجید کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔“

(۲) مشہور مصنف ڈاکٹر مورلیس فرانسسیسی لکھتا ہے کہ:

”قرآن دینی تعلیم کی خوبیوں کے لحاظ سے تمام دنیا کی مذہبی کتابوں سے افضل ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے جو کتابیں دیں ان سب میں قرآن بہترین کتاب ہے۔“

(۳) ڈاکٹر مورلیس کہتا ہے کہ:

”قرآن نے دنیا پر وہ اثر ڈالا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔“

(۴) ڈاکٹر اسٹیشن گاس اپنی ڈکشنری میں لکھتا ہے کہ:

”قرآن کی خاص خوبی اس کی ہمہ گیر صداقت میں مضمر ہے۔“

(۵) مشہور مترجم قرآن جارج سیل لکھتا ہے کہ:

”قرآن مجید جیسی معجز کتاب انسانی قلم نہیں لکھ سکتا۔ یہ مستقل

معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بلند تر ہے۔“

(۶) ڈاکٹر کینن آٹوک ٹیلو کہتا ہے کہ:

”اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تہذیب و تمدن کا علمبردار ہے۔“

(۷) مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب ”اپالوجی فار محمد اینڈ وی قرآن“ میں لکھتا ہے:

”فی الحقیقت قرآن عیوب سے مبرا ہے کہ اس میں خفیف سے خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں۔ اول سے آخر تک اسے پڑھ جائیے تو اس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں پائیے گا جو پڑھنے والے کے چہرہ پر شرم و حیا کے آثار پیدا کر دے۔“

(۸) رومی مؤرخ ایڈورڈ گیون لکھتے ہیں کہ:

”قرآن کی بہت سی نعلوں سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یگانگت و عدم قابلیت تحریف کا متن ثابت ہوتا ہے۔“

(۹) پادری عماد الدین صاحب باوجود اسلام اور مسلمانوں کے اشد ترین دشمن ہونے کے یوں لکھتا ہے کہ:

”قرآن آج تک وہی قرآن ہے جو محمد (ﷺ) کے عہد میں تھا۔“

(۱۰) جی۔ ایم راڈ ویل کہتا ہے کہ:

”قرآن میں ایک نہایت گہری حقانیت ہے جو ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے کے قوی اور صحیح راہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں۔“

(راہ سنت، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی، صفحہ ۱۸)

یہ ہے ہمارے قرآن کی حفاظت کا حال جو غیر مذہبوں کو بھی تسلیم ہے اور

یقیناً قرآن کریم کا جوں کا توں محفوظ ہونا ناقلمین قرآن (صحابہؓ) کی امانت داری و

دیانت داری کی واضح دلیل ہے۔ اور یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الف تحیہ و سلام پر اللہ کریم کا عظیم احسان ہے۔

نیز اللہ کریم نے امت محمدیہ پر مزید احسان یہ فرمایا کہ قرآن کریم کی قرأت میں بھی آسانی فرمائی اور مختلف طریقوں سے پڑھنے کی سہولت عطا فرمائی۔ جس کو بعض نا سمجھ تحریف سے تعبیر کرنے لگے۔

ذیل میں قرأت سبعہ کی قدرے وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

قرأت سبعہ اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تلاوت میں آسانی پیدا کرنے کے لئے قرأت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ایک سہولت یہ عطا فرمائی ہے کہ اس کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات کسی شخص سے کوئی لفظ ایک طریقہ سے نہیں پڑھا جاتا تو وہ اسے دوسرے طریقے سے پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عندا ضاۃ بنی غفار قال فاتاہ جبرئیل علیہ السلام فقال ان اللہ یأمرک ان تقرأ علی امتک علی حرف فقال اسأل اللہ معافاته و مغفرته وان امتی لاتطیق ذلک ثم اتاہ الثانیة فقال ان اللہ یأمرک ان تقرأ امتک القرآن علی حرفین فقال اسئل اللہ معافاته و مغفرته وان امتی لاتطیق ذلک ثم جاءہ

الثالثة فقال ان الله يأمرك ان تقرأ امتك القرآن
 على ثلاثة أحرف فقال اسئل الله معافاته ومغفرته وان
 امتي لاتطبق ذلك ثم جاءه الرابعة فقال ان الله
 يأمرك ان تقرأ امتك القرآن على سبعة أحرف
 فأیما حرف قرأ واعلیه فقد اصابوا.

(مسلم، باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف و بیان معناه، ۱/۲۷۳، ط، قدیمی کتب خانہ، سرزینی)

ترجمہ:- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
 آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ بنو غفار کے تالاب کے پاس تشریف فرما
 تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ
 تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ
 قرآن کو ایک ہی حرف پر پڑھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ
 سے اس کی معافی اور مغفرت طلب کرتا ہوں، میری امت میں
 اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ ﷺ
 کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ
 کی امت قرآن کریم کو دو حرفوں پر پڑھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا
 کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری امت
 میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ تیسری بار آئے اور فرمایا
 کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن
 کریم کو تین حرفوں پر پڑھے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ میں اللہ

تعالیٰ سے معافی و مغفرت چاہتا ہوں، میری امت میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ چوتھی بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کو سات حروف پر پڑھے۔ پس وہ ان میں سے جس پر پڑھیں گے ان کی قرأت درست ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقروا
ماتیسر منہ

(حوالہ بالا ۱:۷۱)

ترجمہ:- یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس ان میں سے جو تمہارے لئے آسان ہو اس طریقہ سے پڑھ لو۔

اور بھی متعدد حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہے۔

سات حروف سے کیا مراد ہے؟

اب رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک میں سات حروف سے کیا مراد

ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ (بعض نے ۳۵ تک اقوال نقل

کئے ہیں) لیکن محقق علماء کے نزدیک اس میں راجح مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو

قرأتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان میں باہمی اختلاف و فرق کل

سات نوعیتوں پر مشتمل ہے، اور وہ سات نوعیتیں یہ ہیں:

(۱) اسماء کا اختلاف:

جس میں افرادِ ثنویہ، جمع اور تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے۔ مثلاً

ایک قرأت میں ”تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ“ ہے اور دوسری قرأت میں ”تَمَّتْ
كَلِمَاتُ رَبِّكَ“

(۲) وجوہ اعراب کا اختلاف:

جس میں اعراب یا زبر زیر کا فرق پیش پایا جاتا ہے۔ مثلاً ”لَا يُضْـَٔرُّ

كَاتِبٌ“ کی جگہ ”لَا يُضَارُّ كَاتِبٌ“ (کلمہ را کے ضمہ کے ساتھ) اور ”ذُو الْعَرْشِ
الْمَجِيدِ“ کی جگہ ”ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ“ (وال کے کسرے کے ساتھ)۔

(۳) افعال کا اختلاف:

کہ کسی قرأت میں صیغہ ماضی ہے، کسی میں مضارع اور کسی میں امر مثلاً نَبَأَ

قرأت میں ”رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا“ ہے اور دوسری میں ”رَبَّنَا بَعْدِ بَيْنَ
أَسْفَارِنَا“ ہے۔

(۴) الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف کہ:

ایک قرأت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو۔ مثلاً ایک قرأت میں

”تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ“ اور دوسری میں ”تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ“ (بغیر کلمہ من)

(۵) تقدیم و تاخیر کا اختلاف:

کہ ایک قرأت میں کوئی لفظ مقدم ہے اور دوسری میں مؤخر ہے۔ مثلاً ”وَجَاءَ

ت سَكْرَةَ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ“ اور دوسری میں ”وَجَاءَ ت سَكْرَةَ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ“

(۶) لہجوں کا اختلاف:

جس میں تفعیم، ترقیق، امالہ، مد، قصر، ہمز، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلافات داخل ہیں۔ یعنی اس میں لفظ تو نہیں بدلتا لیکن اس کے پڑھنے کا طریقہ بدل جاتا ہے۔ مثلاً موسیٰ ایک قرأت میں امالہ کے ساتھ ہے اور موسیٰ کی طرح پڑھا جاتا ہے اور دوسری میں بغیر امالہ کے ہے۔

(۷) بدلیت کا اختلاف:

کہ ایک قرأت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قرأت میں اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ ہے۔ مثلاً نُنشِرُهَا اور نُنشِرُهَا نِيز فَتَبَيَّنُوا اور فَتَبَيَّنُوا اور طَلَحِ اور طَلَحِ

(مقدمہ معارف القرآن ۳۱، ۳۰/۱)

(علوم القرآن اور اصول تفسیر، صفحہ ۱۰۶)

(فتح الباری ۹، ۲۳/۹، ط: نشر و توزیع بالمملکت العربیہ السعودیہ)

تو یہ اختلاف قرأت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اللہ جل شانہ کا

احسان عظیم ہے جو کہ آپ ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ سے امت پر آسانی کرنے کے لئے مانگا ہے۔

اب بعض پڑھے لکھے جاہل اللہ تعالیٰ کی اس نعمت (اختلاف قرأت) کو

دیکھ کر کہتے ہیں کہ دیکھو سنیوں کی کتابوں میں تحریف قرآن کی روایات موجود ہیں۔

یقیناً یا تو یہ اس کی حماقت اور جہالت کی دلیل ہے یا وہ قصداً سادہ لوح عوام کو فریب

دینا چاہتے ہیں۔

بہر حال! اختلاف قرأت کی ان سات نو عینتوں کے تحت بہت سی قرأتیں نازل ہوئی تھیں اور ان کے باہمی فرق سے معنی میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوتا تھا، صرف تلاوت کی سہولت کے لئے ان کی اجازت دی گئی تھی۔

شروع میں چونکہ لوگ قرآن کریم کے اسلوب کے پوری طرح عادی نہیں تھے، اس لئے ان سات اقسام کے دائرے میں بہت سی قرأتوں کی اجازت رکھی تھی، لیکن آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا اور اس دور کو ”عرضہ آخرہ“ کہتے ہیں۔ اس موقع پر بہت سی قرأتیں منسوخ کر دی گئیں اور صرف وہ قرأتیں باقی رکھی گئیں جو آج تک تواتر کے ساتھ محفوظ چلی آتی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرأت قرآن کے معاملہ میں غلط فہمیاں رفع کرنے کے لئے اپنے عہد خلافت میں سات نسخے تیار کرائے اور ان سات نسخوں میں تمام قرأتوں کو اس طرح جمع کیا کہ قرآن کریم کے آیتوں پر نقطے اور زیر، زبر، پیش نہیں ڈالے تاکہ انہی مذکورہ قرأتوں میں جس کے مطابق چاہیں پڑھ سکیں۔ اس طرح اکثر قرأتیں اس رسم الخط میں سما گئیں اور جو قرأتیں اس میں نہ آ سکیں اس کے لئے الگ الگ نسخے لکھے۔ جس میں باقی ماندہ قرأتوں کو محفوظ کیا۔

اس سلسلے میں ایک اصولی قاعدہ پوری امت میں مسلم تھا اور ہر جگہ اس پر عمل ہوتا تھا اور وہ یہ کہ صرف وہ قرأت قرآن ہونے کی حیثیت سے قبول کی جاتی جس میں تین شرائط پائی جاتی ہوں۔

(۱) مصاحف عثمانی کے رسم الخط میں اس کی گنجائش ہو۔

(۲) عربی زبان کے قواعد کے مطابق ہو۔

(۳) وہ آنحضرت ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو اور ائمہ قرأت میں

مشہور ہو۔ جس قرأت میں ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو اسے قرآن کا جز

نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس طرح متواتر قرأتوں کی ایک بڑی تعداد نسلاً بعد نسل جاتی

رہی۔

(مختصر مقدمہ معارف القرآن ۱/۱۶۱-۱۶۲)

(علوم القرآن، صفحہ ۱۰۶)

ناسخ و منسوخ

(علم ناسخ و منسوخ کی اہمیت و ضرورت)

علوم قرآن میں ایک اہم بحث ناسخ و منسوخ کی ہے۔ یہ بحث بڑی اہم اور طویل ہے اور بے شمار علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً ابو عبیدہ قاسم بن سلام، ابو داؤد جستانی، ابو جعفر نحاس، ابن الانباری مکی اور ابن العربی وغیرہ۔ ائمہ کرام کا قول ہے کہ جب تک کوئی شخص قرآن کے ناسخ و منسوخ کی پوری معرفت حاصل نہ کر لے اس وقت تک اس کے لئے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے جو قرآن کریم کے معانی و مذاہب بیان کرتا تھا، پوچھا کہ ”آیا تجھے قرآن کی ناسخ و منسوخ آیتوں کا حال معلوم ہے؟“ اس شخص نے کہا کہ نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تو خود بھی ہلاک ہو اور دوسروں کو بھی تو نے ہلاک کیا۔“

جیسا کہ ”الاتقان فی علوم القرآن“ میں ہے۔

وقد قال علی (رضی اللہ عنہ) لقاض اتعرف الناسخ

ومن المنسوخ قال لا قال هلکت واهلکت

(النوع السامع والاربعون فی ناسخ و منسوخ، ۲/۲۰۷)

ناسخ و منسوخ کے موضوع کے پیش نظر قدرے اس پر نظر ڈالی جاتی ہے۔

نسخ کا لغوی معنی:

نسخ کے کئی معنی ہیں۔ مثلاً مٹا دینا، تبدیل کر دینا، نقل کرنا وغیرہ۔

(الاتقان، النوع السابع والاربعون، ۲/۲۰۷)

اصطلاحی معنی:

رفع الحكم الشرعی بدلیل شرعی (حوالہ بالا)

یعنی کسی حکم شرعی کو کسی شرعی دلیل سے ختم کر دینا۔

نسخ کی عقلی و نقلی دلیل:

یہودیوں کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں نسخ نہیں ہو سکتا۔

ان کے خیال کے مطابق اگر نسخ کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ

اللہ (اللہ تعالیٰ حالات کی تبدیلیوں کی بناء پر بھی اپنی رائے تبدیل کر لیتا ہے۔

کہنا ہے کہ اگر احکام الہی میں نسخ و منسوخ کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے

کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک حکم کو مناسب سمجھا تھا، بعد میں (معاذ اللہ) اپنی غلطی واضح

ہونے پر اسے واپس لے لیا۔ جسے اصطلاح میں ”بداء“ کہتے ہیں۔ لیکن یہودیوں کا یہ

اعتراض بہت سطحی نوعیت کا ہے۔ ذرا سا بھی غور کیا جائے تو اس کی غلطی واضح ہو جاتی

ہے۔ اس لئے کہ ”نسخ“ کا مطلب رائے کی تبدیلی نہیں ہوتا بلکہ ہر زمانے میں اس

دور کے مناسب احکام دینا ہوتا ہے۔ نسخ کا کام یہ نہیں ہوتا کہ منسوخ کو غلط قرار

دے، بلکہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے حکم کی مدت نفاذ متعین کر دے، اور یہ بتا دے

کہ پہلا حکم جتنے زمانے تک نافذ رہا اس زمانے کے لحاظ سے تو وہی مناسب تھا، لیکن

اب حالات کی تبدیلی کی بناء پر پہلے سے مقرر کردہ ایک نئے حکم کے نفاذ کی ضرورت ہے، جو شخص بھی سلامت فکر کے ساتھ غور کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ تبدیلی حکمت الہیہ کے عین مطابق ہے اور اسے کسی بھی اعتبار سے کوئی عیب نہیں کہا جاسکتا۔ حکیم وہ نہیں ہے جو ہر قسم کے حالات میں ایک ہی نسخہ پلاتا رہے، بلکہ حکیم وہ ہے جو مریض اور مرض کے بدلتے ہوئے حالات پر بالغ نظری کے ساتھ غور کر کے نسخے میں ان کے مطابق تبدیلیاں کرتا رہے اور یہ بات صرف شرعی احکام ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، کائنات کا سارا کارخانہ اسی اصول پر چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے موسموں میں تبدیلیاں پیدا کرتا رہتا ہے۔ کبھی سردی، کبھی گرمی، کبھی بہار، کبھی خزاں، کبھی برسات، کبھی خشک سالی، یہ سارے تغیرات اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے عین مطابق ہیں اور اگر کوئی شخص اسے ”بداء“ قرار دے کر اس پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ معاذ اللہ خدا کی رائے میں تبدیلی لازم آتی ہے کہ اس نے ایک وقت سردی کو پسند کیا تھا۔ بعد میں غلطی واضح ہوئی اور اس کی جگہ گرمی بھیج دی تو اسے امن کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بعینہ یہی معاملہ شرعی احکام کے نسخے کا ہے کہ اسے ”بداء“ قرار دے کر کوئی عیب سمجھنا انتہاء درجہ کی کوتاہ نظری اور حقائق سے بیگانگی ہے۔ چنانچہ ”الاتقان فی علوم القرآن“ میں ہے:

النسخ مما خص الله به هذه الامة لحكم منها
 التيسير وقد اجمع المسلمون على جوازه وانكره
 اليهود ظناً منهم انه بداء كالذي يعي الرأي ثم يبدوله
 وهو باطل لانه بيان مدة الحكم كالا حياء بعد الامانة

وعكسه والمرض بعد الصحة وعكسه والفقير بعد الغنى

وعكسه وذلك لا يكون بقاء فكذا الامر والنهي

(الاتقان، النوع السابع والاربعون في نسخ وفسوخ، ۲/۲۱۱)

نسخ کے اقسام:

قرآن کریم میں نسخ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ نسخ جس میں نازل کردہ آیت کی تلاوت اور اس کا حکم ۷۰ دنوں

ایک ساتھ منسوخ ہو گئے ہوں۔

(۲) وہ آیات جن کا حکم منسوخ ہو گیا ہے مگر تلاوت ان کی باقی ہے۔

(۳) وہ آیات جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے مگر ان کا حکم منسوخ نہیں ہے۔

نسخ کے ان تینوں قسموں کو شیعہ حضرات نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس پر

زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حوالہ کسی شیعہ عالم کی کتاب سے دیا جائے تاکہ

کے لئے موقع فی النفس ہو۔ چنانچہ مشہور شیعہ عالم علامہ طبرسی اپنی مشہور تفسیر "مجمع

البیان" میں بذیل آیت کریمہ "مانسوخ من آية" لکھتا ہے:

والنسخ في القرآن على ضرب:

۱- منها: ان يرفع حكم الآية وتلاوتها كما روى

عن ابى بكر انه قال كذا نقرأ "لا ترغبوا عن آياتكم

فانه كفر بكم".

۲- ومنها: ان يثبت الآية في الخط ويرفع

حكمها كقوله "وان فاتكم شيء من ازواجكم الى

الكفار فعاقبتهم“ فانه ثابتة اللفظ مرتفعة الحكم.

۳- ومنها ما يرفع اللفظ ويثبت الحكم كآية

الرجم فقد قيل انها كانت منزلة فرفع لفظها وقد

جاءت اخبار كثيرة بان اشياء كانت في القرآن

فمنسوخ تلاوتها فمنها ما روى عن ابي موسى انهم

كانوا يقرءون ”لو كان لابن آدم واديان من مال

لايتغى اليهما ثالثا ولا يملأ جوف ابن آدم

الا التراب ويتوب الله على من تاب“ ثم رفع وعن

انس ان السبعين من الانصار الذين قتلوا ببئر معونة

تنزل فيهم قرآن ”بلغوا عنا قومنا انا لقينا ربنا فرضى

عنا وارضانا ثم ان ذلك رفع.

ترجمہ:- نسخ قرآن میں کئی قسم کا ہوا ہے۔

(۱) ازاں جملہ یہ کہ آیت کا حکم اور اس کی تلاوت

دونوں منسوخ ہو جائیں۔ چنانچہ ابو بکرؓ سے منقول ہے کہ وہ کہتے

ہیں کہ ہم ”لا ترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم“ پڑھا

کرتے تھے۔

(۲) اور ازاں جملہ یہ کہ آیت کی کتابت باقی رہے مگر

حکم منسوخ ہو جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ”وان فاتکم شيء

من ازواجکم الی الکفار فعاقبتهم“ ہے۔ آیت کے الفاظ

تو کتابت میں قائم ہیں، مگر حکم منسوخ ہے۔

(۳) اور ازاں جملہ یہ کہ آیت کی تلاوت منسوخ

ہو جائے مگر حکم باقی رہے۔ جیسے آیت رجم میں۔ پس تحقیق بیان

کیا گیا ہے کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی، پھر اس کی تلاوت منسوخ

کی گئی اور تحقیق بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ کچھ آیتیں

قرآن میں ایسی تھیں جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی منجملہ ان کے

ایک روایت وہ ہے جو ابو موسیٰ سے منقول ہے کہ لوگ ”لو کان

لابن آدم وادیان من مال لابتغی الیہما ثالثا ولا یملاء

جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من

تاب“ کی تلاوت کرتے تھے۔ پھر یہ منسوخ ہو گئی اور انسؓ سے

روایت ہے کہ ستر انصار جو بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے

متعلق قرآن (یعنی کچھ آیتیں) نازل ہوا۔ یعنی ”بلغوا عنا

قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضاننا“ پھر یہ منسوخ

ہو گیا۔

اس کے بعد صاحب مجمع البیان لکھتے ہیں:

قد ذکرنا حقیقة النسخ عند المحققین۔

یعنی نسخ کی جو حقیقت محققین کے نزدیک تھی، وہ ہم نے بیان

کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام محققین شیعہ بھی نسخ کی تین قسموں کو مانتے ہیں اور

بیان کرتے ہیں۔ لہذا اگر علی عبدی صاحب اپنے گھر کی تحقیق کو ذرا غور سے پڑھ لیں اور سمجھ لیں تو انشاء اللہ ان کی یہ ہمت نہ ہوگی کہ اہل سنت کے ہاں جو نسخ کی روایتیں ہیں ان کو تحریف قرآن کی روایتیں قرار دے کر ”الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے“ کی یاد تازہ کرے۔

(۲) اور شیعہ عالم محمد علی مدرس مدرسہ علوم دینیہ لنگر بھی اپنی کتاب ”تفسیر قرآن بری شام“ میں بذیل آیت کریمہ ”مانسوخ من آية“ لکھتے ہیں۔

انواع نسخ

(۱) نسخ لفظ و بقاء حکم آن مثل آیت رجم (یعنی سنگسار کردن زنا کار ہر گاہ شرائط رجم بجا آید)۔

(۲) نسخ حکم و بقاء لفظ مثل آیت: ۱۸۰ البقرہ ”کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر الوصیة للوالدین الایة حکم آن بہ آیات میراث منسوخ گردیدہ است۔

(۳) نسخ لفظ و حکم ہر دو مانند آیت رضاع ”عشر رضعات یحرم من“ (دہ بار شیر خواری موجب تحریم نکاح بین شیر خواری و شیر دہ و شوہر و فرزندانش میشود) الخ۔

ترجمہ:- نسخ کے اقسام

(۱) لفظ کا منسوخ ہونا اور اس کے حکم کا باقی رہنا جیسے آیت

رجم (یعنی زنا کار کو سنگسار کرنا جب رجم کے شرائط پوری ہو جائیں۔)

(۲) حکم کا منسوخ ہونا اور لفظ (تلاوت) کا باقی رہنا۔
جیسے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۰ ”کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الخ“ اس کا حکم میراث کی آیتوں سے منسوخ کیا گیا ہے۔

(۳) تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا، جیسے رضاعت کی آیت ”عشر رضعات یحرمن“۔

دس مرتبہ دودھ پلانا موجب تحریم نکاح ہے۔ دودھ پینے والے اور پلانے والی اور اس کے شوہر اور ان کے اولاد کے درمیان۔ مصنف نے اس کتاب میں نسخ کی مزید تفصیل بھی بیان کی ہے۔

(تفسیر قرآن برای شاہ صفحہ ۶۶، ط: تہران)

علی عبدی صاحب کی بد قسمتی ہے کہ شیعہ مفسرین نے بھی ان آیات کو نسخ کی مثالوں میں ذکر کیا ہے جو تحریف قرآن کے کھوکھلے دعوے میں بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔ یعنی جن آیات کا منسوخ ہونا شیعہ و سنی دونوں حضرات کے نزدیک مسلم ہے۔ علی عبدی ان آیات کو تحریف قرآن قرار دیتے ہیں۔ یوں اس جرم میں اہل سنت کے ساتھ جماعت شیعہ کے محقق علماء بھی برابر کے شریک ہیں۔

(۳) اور ترجمہ فرمان علی میں بھی نسخ کے بارے میں اسی طرح لکھا

ہے۔ چنانچہ وہ اسی آیت ”مانسوخ من آیت“ کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

”قرآن مجید جب نازل ہوتا رہا کبھی کبھی کوئی کوئی آیت حسب

مصلحت و موقع وقت منسوخ العمل یا منسوخ التلاوة ہوتی رہی۔“

(۴) اور ہم سنیوں کی تفسیر ”الاتقان فی علوم القرآن“ میں بھی اس

مسئلہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مختصراً ملاحظہ ہو۔ چنانچہ علامہ جلال الدین
السیوطی نسخ کے مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السابعة : النسخ في القرآن على ثلاثة اضرب

احدها ما نسخ تلاوته وحكمه معا..... الضرب الثاني

ما نسخ حكمه دون تلاوته..... الضرب الثالث

ما نسخ تلاوته دون حكمه الخ.

(الاتقان، النوع السابع والاربعون، فی نسخ و منسوخہ، ۱۰۶/۲)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ یہ بحث بہت طویل ہے اور علماء نے اس

موضوع پر پوری پوری کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں، کیونکہ

اصل مقصد نسخ کی تفصیل بیان کرنا نہیں، بلکہ مقصود مسائل کی وہ غلط فہمی دور کرنا ہے۔

کی وجہ سے وہ نسخ کو تحریف سمجھ کر محافظین قرآن اہل سنت پر تحریف قرآن کا الزام

لگا رہے ہیں۔ ہماری اس مختصر تفصیل سے ثابت ہوا کہ نسخ اور تحریف دو مختلف چیزیں

ہیں۔ جن میں فرق صاف ظاہر ہے۔ نسخ تو وہی ہے جس کی تفصیل پیچھے گذر گئی اور

تحریف یہ ہے کہ کسی فاسد غرض سے اصل چیز کو بدل دیا جائے، یا اس میں ایسی کمی بیشی

کی جائے کہ اصل معنی کے علاوہ کسی اور خود ساختہ غرض اور شخصی مفاد پر دلالت کرے۔

لہذا نسخ کو تحریف کہہ کر اہلسنت کو شیعوں کی صف میں دھکیلانا نہ صرف سراسر زیادتی ہے

بلکہ اپنے عقیدہ تحریف پر پردہ پوشی کی ناکام کوشش ہے۔

حفاظت قرآن اور جمع قرآن کے مراحل

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ مقدس کتاب ہے جس کی حفاظت خود خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ بخلاف دیگر کتب سماویہ کے کہ اللہ کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا۔

چنانچہ اللہ کریم کا ارشاد ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (سورۃ الحجر: ۹)

ترجمہ:- ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے

نگہبان ہیں۔

اور مسلم شریف میں ہے۔

ومنزل علیک کتابا لا یفسلہ الماء (مسلم)

ترجمہ:- یعنی میں تم پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جسے پانی

نہیں دھوسکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی عام کتابوں کا حال تو یہ

ہے کہ وہ دنیوی آفات کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں، لیکن

قرآن کریم کو سینوں میں اس طرح محفوظ کر دیا جائے گا کہ اس

کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا چنانچہ ہر زمانہ میں

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کامل حفاظت کا مکمل انتظام فرمایا۔

عہد نبویؐ میں حفاظت قرآن:

عہد نبویؐ میں اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا بندوبست یوں فرمایا کہ چونکہ قرآن کریم ایک ہی دفعہ پورا کا پورا نازل نہیں ہوا، بلکہ اس کی مختلف آیات ضرورت اور حالات کی مناسبت سے نازل کی جاتی رہی اور آپ ﷺ کو بعض آیات اور احکام کے منسوخ ہونے کا انتظار باقی رہتا تھا الاقان میں ہے

قال الخطابی: انما لم یجمع فی المصحف لما کان

یترقبہ من ورود ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ .

(الاققان النوع الثامن عشر فی جہد ترتیبہ۔ ۱/۵۷، ط کھیل اکیڈمی، (۱۰۱))

لہذا عہد رسالت ﷺ میں یہ ممکن نہ تھا کہ شروع ہی سے اسے کتابی شکل میں لکھ کر محفوظ کر لیا جاتا اس وجہ سے ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا۔ شروع شروع میں جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ ان آیات کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے، تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا:

لا تحرك به لسانك لتعجل به، ان علينا جمعه وقرآنہ

(سورة القيامة : ۱۶، ۱۷)

آپ قرآن کریم کو جلدی سے یاد کر لینے کے خیال سے اپنی

زبان کو حرکت نہ دیجئے (کیونکہ) اس (قرآن) کو جمع کرنا اور

پڑھوانا تو ہم نے اپنے ذمے لے لیا ہے۔

اس آیت میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ قرآن کریم کو یاد رکھنے کے لئے

آپ ﷺ کو عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں۔

صحابہ کرام کی ایک ایسی بڑی تعداد تیار ہو گئی جنہیں قرآن کریم از بر یاد تھا۔ روایات میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام ملتا ہے کہ انہوں نے پورا قرآن کریم یاد کیا تھا:

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت سالم مونیؓ، بی حذیفہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن السائبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام ورقہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو حلیمہ معاذؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت مجمع بن جاریہؓ، حضرت مسلم بن مخلدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت تمیم دارمیؓ، حضرت ایمنہ بنت اشعریؓ، حضرت ابوزیدؓ، حضرت عبادہ بن صامت اور فضالہ بن عبید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

(الاتقان فی علوم القرآن للعلامة جلال الدین السیوطی، النوع العشر و ن فی معرفة

حفاظہ و رواۃ، ۷۰۷)

(ایضاً، النشر فی القراءات العشر ۶/۱)

(ایضاً، تاریخ القرآن لکروی، صفحہ ۶۰)

(ایضاً، علوم القرآن، مفتی تقی عثمانی صاحب، صفحہ ۱۷۶)

پھر یہ تو صرف ان صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی ہیں جن کے نام ”حافظ قرآن“ کی حیثیت سے روایات میں محفوظ رہ گئے، ورنہ ایسے صحابہؓ تو بے شمار ہوں گے جنہوں نے پورا قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ لیکن اس حیثیت سے ان کا نام روایات میں محفوظ نہ رہ سکا۔ اس کی شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ آپ ﷺ بعض اوقات ایک قبیلے میں ستر ستر قاری قرآن کریم کی تعلیم کے لئے بھیجتے تھے۔ چنانچہ صرف بڑے معونہ میں ستر قراء صحابہؓ کے شہید ہونے کا ذکر روایات میں موجود ہے۔ خود شیعہ عالم علامہ طبرسی نے بھی یہ بات اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے اور حفاظ صحابہؓ کی تقریباً اتنی ہی تعداد آپ ﷺ کے بعد جنگ یمامہ میں شہید ہوئی۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق جنگ یمامہ کے مورخ پر سات سو قراء صحابہؓ شہید ہوئے تھے۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ الاقان، ۱/۷۱۔ ایضاً عمدۃ القاری ۲۰/۱۶۷، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳)

اس کے علاوہ یہ تو صرف ان صحابہؓ کا ذکر ہے جن کو پورا قرآن کریم یاد رہا اور ایسے صحابہؓ تو بے شمار ہیں جنہوں نے قرآن کریم کے متفرق حصے یاد کر رکھے تھے۔ غرض ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے بنیادی طریقہ یہی اختیار کیا گیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ صحابہؓ کو یاد کرایا گیا۔ اس دور کے حالات کے پیش نظر یہی طریقہ سب سے زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔ اس لئے کہ اس زمانے میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ کتاب کو شائع کرنے کے لئے پریس وغیرہ کے ذرائع موجود نہ تھے۔ اس لئے اگر صرف لکھنے پر اعتماد کیا جاتا تو نہ قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہو سکتی اور نہ اس کی قابل اعتماد حفاظت۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو قرآن کریم کی حفاظت کرنی تھی، اس لئے عرب میں ایسا قوت حافظہ پیدا فرمایا تھا کہ

اس کی نظیر مشکل ہے۔ تو اسی قوت حافظہ سے قرآن کریم کی حفاظت کا کام لیا گیا اور اسی کے ذریعہ قرآن کریم دنیا کے گوشے گوشے میں اپنی اصلی حالت میں پہنچ گیا۔

عہد رسالت میں کتابت قرآن کا پہلا مرحلہ:

عہد رسالت میں اگرچہ حفاظت قرآن کا اصل مدار حافظہ پر تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم کی کتابت کا بھی خاص اہتمام فرمایا۔ کتابت کا طریق کار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ:

كُفْتُ اَكْتَبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ اخْلَعْتُهُ بِرِحَاءٍ شَلِيدَةٍ وَعَرَقًا مِثْلَ
الْجَمَانِ ثُمَّ سَرَى عَنْهُ فَكُنْتُ ادْخُلُ عَلَيْهِ بِقِطْعَةِ الْكُفِّ
أَوْ كَسُوفَةٍ فَأَكْتُبُ وَهُوَ يَمْلَى عَلَيَّ فَمَا أفرغَ حَتَّى تَكَادَ
رَجُلِي تَنْكَسِرُ مِنْ نَقْلِ الْقُرْآنِ حَتَّى أَقُولَ لَا مَشِيَّ عَلَيَّ
رَجُلِي أبدأ فَاذَا فرغت قَالَ اقْرَأْ فَأَقْرَأُهُ فَإِنْ كَانَ فِيهِ سَقَطٌ
أَقَامَهُ ثُمَّ أَخْرَجَ بِهِ إِلَى النَّاسِ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ .

(مجمع الزوائد: نور الدین الہیثمی، باب عرض الکتاب بعد اعلانه ۱۵۲/۱ ط: دار الکتاب العربی بیروت)

(ایضاً: علوم القرآن، صفحہ ۱۷۸)

ترجمہ:- میں رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا، جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت گرمی لگتی تھی اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح

ڈھلکنے لگتے تھے۔ پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں
 موٹھے کی کوئی ہڈی (یا کسی اور چیز) کا ٹکڑا لے کر خدمت میں
 حاضر ہوتا۔ آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا رہتا۔ یہاں
 تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے
 بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے
 اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔ بہر حال! جب میں فارغ ہوتا تو
 آپ ﷺ فرماتے، پڑھو۔ میں پڑھ کر سنا تا۔ اگر اس میں کوئی
 فروگداشت ہوتی تو آپ ﷺ اس کی اصلاح فرما دیتے اور پھر
 اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔

کتابت وحی کا کام صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد نہ
 تھا بلکہ آپ ﷺ نے بہت سارے صحابہ کو اس مقصد کے لئے مقرر فرمایا ہوا تھا، جو
 حسب ضرورت کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ کاتبین وحی کی تعداد چالیس
 تک شمار کی گئی ہے۔ لیکن ان میں سے زیادہ مشہور یہ حضرات ہیں:

حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابراہیم
 کعب، حضرت عبداللہ بن ابی سرح، حضرت زبیر بن عوام، حضرت خالد بن سعید بن
 العاص، حضرت ابان بن سعید بن العاص، حضرت حنظلہ ابن الربیع، حضرت معقیب
 بن ابی قاطمہ، حضرت عبداللہ بن ارقم الزہری، حضرت شرجیل بن حسنہ، حضرت
 عبداللہ بن رواحہ، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ثابت بن
 قیس بن شماس، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت خالد بن ولید، حضرت معاویہ بن ابی

سفیان، حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(فتح الباری، ۲۲/۲)

(ایضاً زاد المعاد لابن القیم ۳۰۱، ط ۱ مصر)

(ایضاً علوم القرآن، صفحہ ۱۷۹)

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معمواریہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ ﷺ کاتب وحی کو یہ ہدایت فرمادیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ پانچ سے آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں چونکہ عرب میں کاغذ کم تھا اس لئے قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

وروی احمد واصحاب السنن الثلاثة

وصححه ابن حبان والحاکم من حدیث ابن عباس

عن عثمان بن عفان قال کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ممایاتی علیہ الزمان ینزل علیہ من

السور ذوات العدد، فکان اذا نزل علیہ الشئی یدعو

بعض من یکتب عنده فیقول : ضعوا هذا فی السورة

التي یدکر فیها کذا. الحدیث

(فتح الباری، ۲۲/۹، ط: مطبوعہ السعودیۃ العربیۃ - اتقان، ۶۰/۱)

اس روایت سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ آپ ﷺ

کے زمانہ میں بھی کتابت قرآن کا اہتمام تھا اور دوسری یہ کہ جو مخالفین حضرات صحابہ کرامؓ پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مفاد کے لئے قرآن کریم کی آیات میں تغیر و تبدل کیا ہے اور جس ترتیب پر نازل ہوا تھا، اس کے مطابق نہیں لکھا ان کے اس اعتراض کا افتراء اور جھوٹ ہونا معلوم ہو گیا۔ کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب خود حضور اکرم ﷺ بتا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں فلاں سورۃ میں رکھو۔ (اور ”الاتقان“ میں ہے):

وقال الحاكم في المستدرک جمع القرآن

ثلاث مرات احداها بحضرة النبي صلى الله عليه

وسلم ثم اخرج بمسند علي شرط الشيخين عن زيد

بن ثابت قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه

وسلم نؤلف القرآن من الرقاع (الحديث) وقال

البيهقي شبه ان يكون المراد به تأليف ما نزل من

الآيات المتفرقة في سورها وجمعها فيها باشارة

النبي صلى الله عليه وسلم

(الاتقان في علوم القرآن، ابر ۵، النوع الثامن عشر في جمع وترتيب)

ترجمہ:- اور حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ قرآن مجید

تین مرتبہ جمع کیا گیا۔ پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہی کے زمانہ میں

جمع ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک سند سے جو شیخین کی شرط پر مستند

مانی گئی ہے زید بن ثابتؓ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ

ﷺ کے پاس قرآن کو مختلف ٹکڑوں سے مرتب کیا کرتے تھے
تا آخر حدیث۔ بیہقی کا قول ہے اس حدیث سے یہ مراد لینا
مناسب ہے کہ متفرق نازل ہونے والی آیتوں کو رسول اللہ ﷺ
کے ایما سے ترتیب واران کی سورتوں میں جمع کرنا مراد ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے زمانے ہی میں قرآن
کریم کا ایک نسخہ اپنی نگرانی میں لکھوایا تھا، اگرچہ کتابی شکل میں نہ تھا بلکہ متفرق پا، پوں
میں تھا اور کتابی شکل نہ دینے سے جو عذر مانع تھا وہ پہلے گذر چکا۔ یعنی یہ کہ آپ ﷺ کو
بعض احکام کے منسوخ ہونے کا انتظار رہتا تھا۔
اور اس کو ”پہلی مرتبہ جمع قرآن“ سے یاد کیا جاتا ہے۔

دور صدیقی میں جمع قرآن کا مرحلہ:

جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں قرآن کریم بجا
طور پر نہیں لکھا ہوا تھا بلکہ متفرق طور پر چمڑے کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور ہڈیوں
وغیرہ پر لکھا ہوا تھا اور کسی کے پاس ایک آیت کسی کے پاس دو چار آیتیں لکھی ہوئی
تھیں اور بعض صحابہؓ کے پاس آیات کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔

اس بناء پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں یہ ضروری سمجھا کہ قرآن
کریم نے ان منتشر حصوں کو یکجا کر کے محفوظ کر دیا جائے۔ انہوں نے یہ عظیم کارنامہ
جن محرکات کے تحت اور جس طرح انجام دیا اس کی تفصیل حضرت زید بن ثابت رضی
اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمائی۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

عن عبيد بن السباق ان زيد ابن ثابت قال ارسل الى
 ابوبكر مقتل اهل اليمامة فاذا عمر بن الخطاب
 عنده قال ابوبكر رضى الله عنه ان عمرا تانى فقال
 ان القتل قد استحر يوم اليمامة بقراء القرآن وانى
 اخشى ان استحد القتل بالقراء بالمواطن فيذهب
 كثير من القرآن وانى ارى ان تامر بجمع القرآن
 قلت لعمر كيف تفعل شيألم يفعل رسول الله صلى
 الله عليه وسلم قال عمر هذا والله خير فلم يزل
 عمر يرأجعنى حتى شرح الله صدرى لذلك
 ورأيت فى ذلك الذى رأى عمر قال زيد قال
 ابوبكر انك رجل شاب عاقل لانتهمك وقد
 كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه
 وسلم فتبع القرآن فاجمعه فوالله لو كلفونى نقل
 جبل من الجبال ما كان اثقل على مما امرنى به من
 جمع القرآن قلت كيف تفعلون شيألم يفعل رسول
 الله صلى الله عليه وسلم قال هو والله خير فلم يزل
 ابوبكر يرأجعنى حتى شرح الله صدرى للذى شرح
 له صدر ابى بكر وعمر فتبعت القرآن اجمعه من
 العسب والذخاف وصدور الرجال حتى وجدت اخر

سورة التوبة مع ابى خزيمة الانصارى لم اجدها مع
احد غيره "لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز
عليه ما عنتم حتى خاتمة براءة فكانت الصحف
عند ابى بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم
عند حفصة بنت عمر .

(بخاری، باب جمع القرآن، ۲/۷۳۵، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ:- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابو بکرؓ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج
کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود
تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ عمرؓ نے ابھی آ کر مجھ سے
یہ بات کہی کہ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت
شہید ہو گئی اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حافظ اسی طرح
شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا
حصہ ناپید نہ ہو جائے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکم
سے قرآن کریم کو جمع کروانے کا کام شروع کر دیں۔ میں نے
حضرت عمرؓ سے کہا کہ جو کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا وہ ہم
کیسے کریں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! یہ کام بہتر
ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے
رہے۔ یہاں تک کہ مجھے بھی اس پر شرح صدر ہو گیا اور اب میری

رائے بھی وہی ہے جو حضرت عمرؓ کی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نو جوان اور سمجھدار آدمی ہو۔ ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے۔ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے کتابت وحی کا کام بھی کرتے رہے ہو۔ لہذا تم قرآن کریم کی آیتوں کو تلاش کر کر کے انہیں جمع کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے کام کا ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ کام کیسے کر رہے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اسی رائے کے لئے کھول دیا جو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی رائے تھی۔ چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو جمع کیا..... الخ۔“

اور چونکہ عہد رسالت ﷺ میں قرآن کریم متفرق طور پر لکھا گیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو یکجا جمع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ اس وجہ سے اس کو ”دوسری مرتبہ جمع ہونے“ سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ الاتقان میں ہے:

الثانية بحضرة ابى بكر رضى الله عنه

(الاتقان، النوع الثامن عشر في جمعه وترتيبه ۱/۵۷)

ترجمہ:- دوسری مرتبہ قرآن کریم حضرت ابو بکرؓ کے رو برو جمع ہوا۔

آگے لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابى داود فى المصاحف بسند حسن
عن عبد خير قال سمعت علياً رضى الله عنه يقول
اعظم الناس فى المصاحف اجراً ابوبكر رحمة الله
على ابى بكر هو اول من جمع كتاب الله.

(الاتقان فى علوم القرآن، النوع الثامن عشر فى جمعه وترتيبه ۱/۵۷)

ترجمہ:- ابن ابى داؤد نے کتاب المصاحف میں سند حسن کے
ساتھ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے
ہوئے سنا ہے کہ مصاحف کے بارے میں سب سے زیادہ اجر
ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ملے گا۔ خدا حضرت ابو بکرؓ پر رحمت کرے، وہ
پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کو جمع کیا۔

یہاں ”پہلے شخص ہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ یکجا طور پر جمع کرنے والے پہلے

ہیں۔ ورنہ یوں تو حضور ﷺ کے زمانے میں بھی جمع ہوا تھا، لیکن متفرق طور پر۔

عہد ابی بکرؓ میں جمع قرآن کا طریقہ کار:

خليفة راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسب ارشاد حضرت زید

بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو یکجا جمع کرنا شروع کیا اور اس بارے میں

انہوں نے جو کوشش کی اور جانفشانی اور احتیاط سے کام لیا اس طریق کار کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ وہ خود حافظ قرآن تھے۔ لہذا وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے اور ان کے علاوہ بھی سینکڑوں حفاظ اس وقت موجود تھے۔ ان کی ایک جماعت بنا کر بھی قرآن کریم لکھا جاسکتا تھا۔ نیز قرآن کریم کے متفرق طور پر جو کھل نسخے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں لکھ لئے گئے تھے، حضرت زیدؓ ان سے بھی قرآن کریم نقل کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے احتیاط کے پیش نظر ان میں سے صرف کسی ایک طریقہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لیا۔ اگر اس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفوں میں درج نہیں کی جب بعد اس کے مترتراً ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں وہ مختلف صحابہؓ کے پاس محفوظ تھیں۔ حضرت زیدؓ نے انہیں یکجا فرمایا تا کہ نیا نسخہ ان سے ہی نقل کیا جائے۔ پہاچے یہ اعلان کیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت موجود ہو وہ حضرت زیدؓ کے پاس لے آئے اور جب کوئی شخص ان کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت لے کر آتا تو وہ مندرجہ ذیل چار طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے تھے:

(۱) سب سے پہلے اپنی یادداشت سے اس کی توثیق کرتے تھے۔

(۲) پھر حضرت عمرؓ بھی حافظ قرآن تھے اور روایات سے ثابت ہے کہ

حضرت ابو بکرؓ نے ان کو بھی اس کام میں حضرت زیدؓ کے ساتھ لگا دیا تھا اور جب کوئی

فحش کوئی آیت لے کر آتا تو حضرت زیدؓ اور حضرت عمرؓ دونوں مشترک طور پر وصول کرتے تھے اس طرح وصولی کے وقت بھی شرعی شہادت کا اہتمام کیا گیا اور حضرت زیدؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی اپنے حافظہ سے اس کی توثیق فرماتے تھے۔

(۳) کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی تھی جب تک دو

قابل اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دے دی ہو کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھی۔

(۴) اس کے بعد ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعوں کے ساتھ مقابلاً

جاتا تھا جو مختلف صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے۔ امام ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کا کار کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی کتابت میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے اور صرف حافظہ پر اکتفاء کرنے کے بجائے بعینہ ان آیات سے نقل کیا جائے، تو آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں جمع قرآن کا یہ طریق کار ذہن میں رہا تو

حضرت زید بن ثابتؓ کے اس ارشاد کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے کہ ”بِأَمْرِهِ“ آیت کی آخری آیات ”لقد جاءكم رسول من انفسكم الخ مجھے صرف حضرت ابو خزیمہؓ کے پاس ملیں۔ ان کے سوا کسی کے پاس نہیں ملیں۔“ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ آیتیں سوائے حضرت ابو خزیمہؓ کے کسی اور کو یاد نہیں تھیں، یا کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں اور ان کے سوا کسی کو ان کا جزو قرآن ہونا معلوم نہ تھا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ کی لکھوائی ہوئی قرآن کریم کی متفرق آیتیں لے لے کر آ رہے تھے ان میں سے یہ آیتیں سوائے حضرت ابو خزیمہؓ کے کسی

کے پاس نہیں ملیں۔ ورنہ جہاں تک ان آیات کا جزو قرآن ہونے کا تعلق ہے۔ یہ بات تو اتر کے ساتھ سب کو معلوم تھی۔ اول تو جن سینکڑوں حفاظ کو پورا قرآن کریم یاد تھا۔ انہیں یہ آیات بھی یاد تھیں۔ دوسرے آیات قرآنی کے جو مکمل مجموعے مختلف صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے، ان میں بھی یہ آیات لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن چونکہ حضرت زید بن ثابتؓ نے مزید احتیاط کے لئے مذکورہ بالا ذرائع پر اکتفا کرنے کے بجائے متفرق طور پر لکھی ہوئی آیتوں کو جمع کرنے کا بیڑا بھی اٹھایا تھا، اس لئے انہوں نے یہ آیات اس وقت تک اس نئے مجموعے میں درج نہیں کیں جب تک اس تیسرے طریقہ سے یہ آیت وہ دستیاب نہیں ہو گئیں۔ دوسری آیات کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ حفاظ صحابہ کو یاد ہوئے اور عہد رسالت کے مکمل مجموعوں میں محفوظ ہونے کے علاوہ کئی کئی صحابہؓ لے کر آئے تھے۔ اس کے برعکس سورہ برآة کی یہ آخری آیات سینکڑوں صحابہ کو یاد تو تھیں اور جن حضرات کے پاس آیات قرآنی کے مکمل مجموعے تھے، ان کے پاس لکھی ہوئی رہی تھیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی نگرانی میں الگ لکھی ہوئی صرف ابو خزیمہؓ کے پاس ملیں، کسی اور کے پاس نہیں۔

بہر حال! حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس زبردست اختیار کے ساتھ آیات قرآنی کو جمع کر کے انہیں کاغذ کے صحیفوں پر مرتب شکل میں تحریر فرمایا۔ لیکن ہر سورہ علیحدہ صحیفے میں لکھی گئی۔ اس لئے یہ نسخہ بہت سے صحیفوں میں مشتمل تھا۔ اصطلاح میں اس نسخہ کو ”اُمّ“ کہا جاتا ہے۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ، ۱/۵، ط: سھیل اکیڈمی لاہور) (ایضاً فتح الباری، ۱۱/۹) (ایضاً البرہان

فی علوم القرآن، ۱/۲۳۸) (ایضاً علوم القرآن، صفحہ ۱۸۱، ط: دارالعلوم کراچی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا، ہر نئے علاقہ کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ ان مجاہدین اسلام یا ان تاجروں سے قرآن کریم سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی اور جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا اور مختلف صحابہ کرام نے اسے آنحضرت ﷺ سے مختلف قرأتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھایا۔ جس کے مطابق خود اس نے حضور ﷺ سے پڑھا تھا۔ اس طرح قرأتوں میں اختلاف عجم و عرب کے دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ جب تک لوگ اس حقیقت سے واقف تھے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، اس وقت تک اختلاف قرأت سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن جب یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچا اور یہ بات ان میں پوری طرح مشہور نہ ہو سکی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے پیش آنے لگے۔ بعض لوگ اپنی قرأت کو صحیح اور دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دینے لگے۔ اس لئے ان جھگڑوں کے تصفیہ کی کوئی قابل اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم اسلام میں پھیلا دیئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کوئی قرأت صحیح اور کوئی غلط ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ (گزشتہ صفحات میں قدرے وضاحت کے ساتھ مذکور ہوا ہے)۔

اس کا نامہ کی تفصیل روایات حدیث کے ذریعہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قراتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی وہ سیدھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور جا کر عرض کیا کہ امیر المؤمنین! قبل اس کے کہ یہ امت اللہ کی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو، آپ اس کا علاج فرمائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا بات کیا ہے؟ حضرت حذیفہ نے جواب میں کہا کہ میں آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں شامل تھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شام کے لوگ۔ ابی بن کعب کی قرات پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی، اور اہل عراق عبید بن مسعود کی قرات پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی ہوتی۔ اس کے نتیجے میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔

حضرت عثمان خود بھی اس خطرے کا احساس پہلے ہی کر چکے تھے۔ انہوں نے یہ اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ میں ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ قرآن کریم کے ایک معلم نے اپنے شاگردوں کو ایک قرات کے مطابق قرآن پڑھایا اور دوسرے معلم نے دوسری قرات کے مطابق۔ اس طرح مختلف اساتذہ کے شاگرد جب باہم ملتے تو ان میں اختلاف ہوتا اور بعض مرتبہ یہ اختلاف اساتذہ تک پہنچ جاتا اور وہ بھی ایک دوسرے کی قرات کو غلط قرار دیتے۔ جب حضرت حذیفہ بن یمان نے بھی اس خطرے کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ ”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ

ایک دوسرے سے اس قسم کی باتیں کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر کی حد تک پہنچ سکتی ہے۔ لہذا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ صحابہؓ نے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق پیش نہ آئے۔ صحابہؓ نے اس رائے کو پسند کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تائید فرمائی۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتفاق رائے کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے کے جو صحیفے موجود ہیں وہ ہماری پاس بھیج دیجئے۔ ہم ان کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بنائی جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ پر مشتمل تھی۔ اس جماعت کے اس کام پر مامور کیا گیا کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ صحیفوں سے نقل کر کے کئی ایسے مصاحف تیار کرے جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔

بنیادی طور پر یہ کام مذکورہ چار حضرات ہی کے سپرد کیا گیا، لیکن پھر دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی مدد کے لئے ساتھ لگھایا گیا، یہاں تک کہ ابن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ان حضرات کی تعداد بارہ تک پہنچ گئی۔ جن میں حضرت ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ، حضرت کئیب بن ارج رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن ابی عامر رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شامل تھے۔ ان تمام حضرات نے بھرپور احتیاط و اہتمام کے ساتھ پانچ یا سات نسخے تیار کئے اور مختلف ممالک میں ارسال کئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان تیار کردہ نسخوں میں سورتوں کو بھی مرتب کیا گیا اور ایسے رسم الخط میں لکھیں جس میں تمام متواتر قراءتیں سما سکیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے کو پوری امت مسلمہ نے بے زلزلہ استحسان دیکھا، اور تقریباً تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کام میں ان کی تائید اور حمایت فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَقُولُوا فِي عَثْمَانَ إِلَّا خَيْرًا فَوَاللَّهِ مَا فَعَلَ الَّذِي فَعَلَ فِي

الْمَصَاحِفِ إِلَّا عَن مَّأْمُونَا (اخرجه ابن ابی داؤد بسند صحيح)

(الاتقان فی علوم القرآن للسيوطی، ۱/۵۹، ط: سیکل اکیڈمی، لاہور)

(ایضاً فتح الباری، ۱۵/۹)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی

بھلائی کے سوا نہ کہو۔ کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے

معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی اور مشورے سے کیا۔

اور ایک اور روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد مبارک ہے:

وَقَدْ قَالَ عَلِيٌّ لَوْ لَبِيتُ لَعَمَلْتُ بِالمَصَاحِفِ النَّبِيِّ عَمَلُ بَيْتِ عَثْمَانَ

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن عشر فی جمع و ترتیبہ، ۶۰/۱)

ترجمہ:- اور تحقیق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حکمران ہوتا تو مصاحف کے ساتھ وہی عمل کرتا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کو تیسری مرتبہ جمع قرآن کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ”الاتقان فی علوم القرآن“ میں ہے:

قال الحاكم و الجمع الثالث هو ترتيب السور في
 زمن عثمان الخ

(الاتقان، النوع الثامن عشر، ۱۹/۱)

ترجمہ: حاکم نے فرمایا ”اور تیسری مرتبہ قرآن کریم کا جمع ہونا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سورتوں کو مرتب کرنا ہے۔“ (الی آخرہ)

تفصیل و حوالہ جات کے لئے ملاحظہ کیجئے:

☆.....الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی، النوع الثامن عشر فی جمع و ترتیبہ، ۱۹/۱، ص: ۱۰۰۔
 سہیل اکیڈمی۔

☆.....ایضاً صحیح البخاری مع فتح الباری للحافظ ابن حجر، ۱۳/۹

☆.....ایضاً مستدرک حاکم، ۲/۲۲۹، بحوالہ علوم القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب،

صفحہ ۱۸۷

☆.....ایضاً مناب العرفان، ۱/۲۵۳، ۲۵۴، بحوالہ علوم القرآن، صفحہ ۱۸۷

خلاصہ:

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ ہر دور میں قرآن کریم کی حفاظت کا بھرپور انتظام فرمایا اور حضور علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک حضرات اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی خدمت کے لئے قبول فرمایا اور الحمد للہ تم الحمد للہ ہمیں اس پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کے لئے ہم کو ذریعہ بنایا اور ہم اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جو عرصہ تیس ۲۳ سال میں حضور نبی کریم ﷺ پر حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطے سے نازل ہوا اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد نہ اس میں کسی حرف کا اضافہ ہوا نہ کمی ہوئی نہ کوئی تغیر و تبدل ہوا، بلکہ جیسا تھا ویسا اب بھی ہے۔

اور ہم اہل سنت والجماعت متفقہ طور پر ہر اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج اور کائنات کا بدترین کافر سمجھتے ہیں جو یہ مذموم عقیدہ رکھتا ہے کہ:
موجودہ قرآن نامکمل ہے یا اس میں کچھ زیادتی یا کمی ہوئی ہے یا تقدیر و تاخیر ہوئی ہے۔

شیعوں کا قرآن مجید پر نہ کبھی ایمان تھا اور نہ آئندہ ممکن ہے:

سوال:- جناب علی عبدی صاحب اپنے تفصیلی سوالنامہ میں

لکھتے ہیں کہ ”عالم تشیع کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ شیعوں میں مذہبی حیثیت سے کسی دور میں نہ تحریف قرآن کا عقیدہ تھا اور نہ آج ہے۔“

جواب:- جناب علی عبدی صاحب آپ کا اتنا بڑا دعویٰ کرنا

مذہب شیعیت کو بر ملا طور پر جھٹلانے کے مترادف ہے۔ بظاہر آپ کے اس دعویٰ کے دو وجہ سمجھ میں آتی ہیں:

- (۱) یا تو آپ اپنے مذہب کی حقیقت سے ناواقف ہیں، پھر تو آپ معذور ہیں۔
- (۲) یا پھر آپ نے دیدہ و دانستہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے اور اپنے اصل مذہب کو چھپانے کی غرض سے ”دروغ مصلحت آمیز“ سے کام لیتے ہوئے تقیہ کی پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ شیعوں کے نزدیک تقیہ (مصلحت کے لئے جھوٹ بولنا) بھی ان کے دین کا بہت اہم حصہ ہے۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ جو تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دین ہی نہیں اور شیعوں کے دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ پر مبنی ہیں۔ یعنی ۹/۱۰ حصے تقیہ پر ہیں۔ اور جو شخص تقیہ (جھوٹ بولنا) نہ کرے اس کا کوئی ایمان نہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں ہے:

قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا ابا عمر ان تسعة

اعشار الدین فی التقیہ و لا دین لمن لا تقیہ له الخ

(اصول کافی ج ۲، صفحہ ۲۱۷ کتاب الکفر والایمان باب التقیہ)

ترجمہ:- ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا اے ابو عمر، بے شک دین

کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں اور جو شخص تقیہ نہیں

کرتا اس کا کوئی دین نہیں رہتا۔ (یعنی بے دین ہے)۔

ایسے ہی امام باقر سے شیعہ مذہب کی مذکورہ بالا کتاب میں منقول ہے:

التقیہ دینی و دین ابائی و لا ایمان لمن لا تقیہ له

(اصول کافی ج ۲ صفحہ ۲۲۲، باب الکتمان، ط: طہران)

ترجمہ:۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ”تقیہ (مصلحت کے لئے جھوٹ بولنا) میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جو شخص تقیہ نہ کرے اس کا کوئی ایمان نہیں۔

بہر حال! اگر آپ کے اس دعوے کی وجہ تقیہ ہے تو پھر بھی آپ کی مجبوری ہے، کیونکہ آخر دین و ایمان کو تو بچانا ضروری تھا اور وہ بغیر تقیہ کے آپ کے مذہب میں ممکن نہیں تھا۔

اور اگر آپ کے دعویٰ کا سبب اپنے مذہب سے ناواقفیت ہے تو بھی کوئی بات نہیں۔ تو آئیے ہم آپ کو آپ کی اپنی کتابوں سے آپ کے مذہب سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اپنے دعویٰ پر نظر ثانی کر لیں کہ کس حد تک آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔

۔ کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

انما شفاء العی السؤال

بے شک جہالت کا علاج سوال ہے۔

نیز جناب علی عبدی صاحب آپ نے تو صرف دعویٰ کیا اور دعویٰ کی کبریٰ دلیل نہ بتائی۔ اب ہمارا دعویٰ بمعہ دلیل کے ملاحظہ کیجئے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ:

کسی شیعہ کا موجودہ قرآن پر نہ کبھی ایمان تھا اور نہ ہی آئندہ مذہب شیعہ پر رہتے ہوئے کبھی موجودہ قرآن پر ایمان ہو سکتا ہے۔

اس کے بہت سے وجوہ ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند وجوہ رقم کئے جاتے ہیں:

مومن قرآن شدن بار فض دوں ایس خیال است و محال است وجنوں

وجہ اول:

یہ کہ شیعہ حضرات کا نہایت ضروری عقیدہ بلکہ ان کے مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ ناقلین قرآن اور راویان دین و ایمان کی پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ساری کی ساری جھوٹی تھی۔ ان میں ایک تنفس بھی اہل بیت تھا جو جھوٹا نہ ہو۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بخیاں شیعہ اس جماعت میں دو گروہ تھے۔ ایک حضرات خلفائے ثلاثہ اور ان کے ساتھیوں کا جو بڑا گروہ تھا اور چار پانچ کے علاوہ باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اسی گروہ میں شامل تھے۔ دوسرا گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا، جس میں گنتی کے کل چار پانچ آدمی شامل تھے اور شیعہ مذہب کے بقول تین چار کے سوا باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے مرتد ہو گئے تھے۔ (نعوذ باللہ)

جیسا کہ احتجاج طبری میں ہے:

ما من الأمة احد بايع مكرها غير علي و اربعتنا

(احتجاج طبری، صفحہ ۳۹ بحوالہ سمیہ الحارثین، صفحہ ۳۱ اور شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم، صفحہ ۳۳)

ترجمہ:- امت میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا جس نے

ناخوشی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہو، سوائے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور ہمارے چار اشخاص کے۔

اور شیعوں کی مستند کتاب رجال کشی، صفحہ ۸ میں ہے۔

ارتد الناس الاثنتا نفر سلمان و ابوذر و مقداد و ان

اردت الذی لم یشک ولم یدخله شیئاً فالمقداد.

(بحوالہ حنبلیہ الحائرین، صفحہ ۱۹)

(ایضاً ایرانی انقلاب، صفحہ ۲۲۳ بحوالہ فروغ کافی، ج ۳، صفحہ ۱۱۵ کتاب الروضہ)

ترجمہ:- سب لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین اشخاص کے۔

سلمان، ابوذر، مقداد اور اگر تم ایسا شخص چاہتے ہو جس نے بالکل

شک نہ کیا اور اس کے دل میں کوئی برائی نہ ہو تو وہ صرف مقداد

تھے۔

پہلی روایت میں چار اشخاص سے مراد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت

ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہیں۔

روایت کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ اشخاص کے علاوہ پوری امت نے دل و جان سے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ صرف یہ پانچ آدمی تھے جن کی زبان تو

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، مگر دل کسی اور طرف تھے۔ بہر حال حضرت ابوذر

رضی اللہ عنہ (جو بقول شیعہ رئیس المرتدین تھے) کی بیعت ان پانچ نے بھی کی۔

شیعہ مذہب کہتا ہے کہ پوری امت نے سوائے ان پانچ افراد کے نہ تو

جان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے (نعوذ باللہ) ارتداد و نفاق کا

راستہ اختیار کیا اور ان پانچ افراد نے بہ امر مجبوری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت

کر کے تقیہ (مصلحت آمیز جھوٹ) کا راستہ اختیار کیا، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کی پوری کی پوری جماعت جھوٹی تھی۔ فرق یہ ہے کہ پہلے گروہ کے جھوٹ کا نام

نفاق ہے اور دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام تقیہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلا گروہ

جھوٹ کو عبادت نہ سمجھتا تھا اور دوسرا گروہ تقیہ کے نام سے جھوٹ کو بہت بڑی عبادت سمجھتا تھا۔

اب جناب علی عبدی صاحب آپ ذرا انصاف سے بتائیں کہ جب شیعہ مذہب کی رو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ساری کی ساری جماعت جھوٹی ٹھہری تو جو قرآن (نعوذ باللہ) ان مرتدوں اور جھوٹوں کی نقل و روایت کے ذریعہ بعد کی امت کو پہنچا، اس پر شیعوں کا ایمان کیسے ہو سکتا ہے؟ اور نہ صرف قرآن کا بلکہ دین کی کسی میراث شیعوں کو کسی طرح اعتبار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دین کی ہر چیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نقل و روایت ہی سے بعد والوں کو پہنچی ہے اور ظاہر ہے کہ جھوٹوں اور جھوٹ پر اتفاق کرنے والوں اور مرتدین کی نقل و روایت پر کسی طرح یقین و ایمان نہیں ہو سکتا۔

وجہ دوم:

شیعوں کا قرآن پر ایمان نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعوں کے ائمہ معصومین کی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ یہ موجودہ قرآن جو ہمیشہ سے پڑھا پڑھایا جاتا ہے اور جو سینوں اور سفینوں میں ہمیشہ سے محفوظ ہے، یہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اہتمام و انتظام سے جمع ہوا ہے اور انہیں کے ذریعہ پوری دنیا میں پھیلا ہے۔

اور اس موجودہ قرآن کی اس کے علاوہ کسی اور قابل اعتماد ذریعہ سے تصدیق ان حضرات سے جن کو شیعہ ائمہ معصومین کہتے ہیں، شیعوں کی کتاب میں منقول نہیں ہے، اور حضرات خلفائے ثلاثہ (حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر ابن

الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ نہ صرف بے دین تھے بلکہ دین کے بدترین دشمن تھے۔ دین کے خلاف سازشیں کرنا ان کا پیشہ تھا اور صرف اقتدار حاصل کرنے کے لئے وہ مسلمان ہوئے تھے۔ حقیقتاً مسلمان نہیں تھے اور ظالم تھے۔ اسی کے ساتھ وہ ایسی مافوق الفطرت قوت و طاقت کے مالک تھے جو ناممکن کو ممکن بنا لیتی تھی۔ چنانچہ ہزاروں افراد کی مختلف المزاج اور مختلف الاغراض مجمع کو جھوٹی بات پر متفق کر لینا اور ایک ایسے واقعہ جو ہزاروں افراد نے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہو، ان سب کو اس واقعہ کے انکار پر متفق کر لینا عقلاً ناممکن ہے۔ لیکن یہ ناممکن ان کے لئے بڑا آسان تھا جس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرات شیعہ کے بقول آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر فدک میں ستر ہزار انسانوں کے عظیم مجمع کے سامنے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کر کے ان کی خلافت و ولی عہدوں کا اعلان فرمایا۔ خطبہ کے بعد تمام حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ تین دن تک مسلسل بیعت کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ جتنے لوگ وہاں موجود تھے، سب نے بیعت کی۔ (ترجمہ حیات القلوب، ج ۲ صفحہ ۸۲ بحوالہ شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم، صفحہ ۲۳۲)

لیکن تھوڑے دنوں بعد جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وقت آیا تو شیعہ روایات کے مطابق خلفائے راشدین نے ان بے شمار انسانوں کو اس بات پر متفق کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں اور سب سے کہلوادیا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کی جائزینی کا کوئی اعلان نہیں فرمایا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے پر سوار کیا اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کی انگلی پکڑ کر مہاجرین و انصار میں سے ایک ایک کے دروازے پر گئے۔ مگر خدا جانے خلفائے ثلاثہ نے لوگوں پر کیا جادو کر دیا تھا کہ سوائے تین چار آدمیوں کے ایک فرد نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔

(احتجاج طبری، صفحہ ۴۷، بحوالہ شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم، صفحہ ۲۲)

اسی کی دوسری مثال یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے بقول رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الوقات میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز کا امام نہیں بنایا تھا مگر خلفائے ثلاثہ نے خلاف واقعہ اس بات کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے منوالیا کہ مرض الوقات میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ آیا خلفائے ثلاثہ نے اس جھوٹ کو متواتر بنا دیا اور سب کو اس پر متفق کر دیا۔ چنانچہ جب بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ سوال آیا کہ مرض الوقات میں آنحضرت ﷺ نے اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے کس کو مقرر فرمایا تھا؟ تو ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ کسی نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کا نام نہ لیا۔

الغرض کسی متواتر واقعہ کا دنیا بھر کے آدمیوں سے انکار کرا

دینا اور جو واقعہ کبھی پیش نہ آیا ہو اس کو متواتر بنا دینا خلفائے ثلاثہ کے لئے بقول شیعہ نہایت آسان کام تھا۔ مزید برآں یہ کہ یہ حضرات بڑی پر شوکت و سلطنت اور تاج و تخت کے مالک تھے۔ شیعوں کے بقول دین کے خلاف سازشیں کرنا اور دھونس اور

دھاندلی کے ساتھ کسی چیز کو منوالینا ان کے لئے کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

اب جناب علی عبدی صاحب! آپ ذرا انصاف سے بتاؤ کہ دین کی اتنی بڑی چیز جس پر دین کی بنیاد ہے اس دین کے مکار دشمن کے ہاتھ سے ملے اور دشمن بھی کیسا طاقتور، اور پھر اس کے بعد خائن و کاذب بھی ہو اور جو صرف اقتدار حاصل کرنے کے لئے اسلام سے وابستہ ہوا ہو، کسی دوسرے ذریعہ سے اس چیز کی تصدیق بھی نہ ہو تو کیا وہ چیز لائق اعتبار ہو سکتی ہے؟ اور کس طرح یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ اس دشمن نے اس میں کچھ تصرف نہ کیا ہوگا؟ حاشا ثم حاشا ہرگز نہیں۔

وہ زمانہ تو بالکل آغاز اسلام کا تھا۔ اس وقت پریس وغیرہ بھی نہ تھے آج اگر کوئی یہودی یا عیسائی قرآن شریف لکھ کر فروخت کرے تو کوئی مسلمان اس پر اعتبار نہ کرے گا، نہ اس کو خریدے گا، تا وقتیکہ کسی معتبر حافظ کو دکھلا کر یا کسی صحیح نسخہ سے متاثر کر کے اطمینان نہ کر لے۔ پس معلوم ہوا کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن پر نہیں ہو سکتا۔

جناب علی عبدی صاحب! میں آپ سے مختصر یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا کوئی ایسی روایت جس کے راوی یکسر جھوٹے ہوں اور کافر و منافق ہوں، اس روایت کو معتبر مانا جائیگا یا نہیں؟

اگر راوی کے جھوٹا ہونے کے باوجود آپ کے مذہب میں اس کی روایت کا اعتبار ہے تو پھر کسی شیعہ کے لئے (جو تحریف قرآن کے انکار کا دعویٰ کرتا ہے) یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ کہے کہ ہماری کتابوں میں تحریف کی روایتیں ضعیف ہیں۔

اور اگر جھوٹے راوی کی روایت کا اعتبار نہیں تو (نعوذ باللہ) مرتدین اور دشمن دین کے روایت کردہ اور جمع کردہ قرآن کا اعتبار کیسے ہو سکتا ہے؟

مذکورہ دونوں توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی شخص یہ دعویٰ کرے کہ موجودہ قرآن سچا ہے تو اس کو یہ بات بھی تسلیم کرنی ہوگی کہ اس کے ناقلین اور راوی بھی سچے تھے اور ایماندار اور عادل تھے، جیسا کہ الحمد للہ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے اور جو بھی یہ تسلیم کر لے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لائق اعتماد سمجھے تو اس کو یہ بات ہی ماننی پڑے گی کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے صحیح کیا ہے اور ان پر اعتراض اور نکتہ چینی فضول ہے۔ اسی سے خلافت کا جھگڑا بھی طے ہو جائے گا اور باغ فدک کا قضیہ اور دیگر تمام تہمتیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لگائی گئیں ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گی اور سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔

اور مذہب شیعیت جو مذکور الصدر نازیبا اور بے بنیاد الزامات پر مبنی ہے اس کو خیر باد کہنا پڑے گا۔ اس کے بغیر کسی شیعہ کے لئے موجودہ قرآن پر ایمان ہونے کا دعویٰ کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

جامعین و ناقلین قرآن کے کافر و مرتد ہونے کا شیعوں کی کتابوں سے ثبوت:

جناب علی عبدی صاحب! شاید آپ کو یہ بات عجیب معلوم ہو کہ ”کیا واقعی شیعہ مذہب ناقلین قرآن اور جامعین قرآن کو جھوٹا و مرتد و خود غرض کہتا ہے“ اور یقیناً یہ تعجب کی بات ہے بھی۔

لیجئے میں آپ کو ناقلین قرآن و جامعین قرآن شیعہ مذہب کے آئینے میں

دکھاتا ہوں کہ شیعہ مذہب میں راویان قرآن کو کس روپ میں پیش کیا ہے۔ اس کے بعد آپ غور کریں کہ کیا ایسے مذہب میں رہتے ہوئے قرآن کے سچا ہونے کا دعویٰ ممکن ہے؟ چنانچہ قرآن کریم کی آیت:

ان الذین امنوا ثم کفروا الاية (سورة النساء):

(۱۳۷)

کے ذیل میں اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی ہے کہ:

(۱) نزلت فی فلان و فلان و فلان آمنوا بالنبی صلی

اللہ علیہ وسلم فی اول الامر و کفروا حیث عرضت

علیہم الولاية..... فہو لاء لم ببق فیہم من الایمان

شی۔

(اصول کافی ج ۱ صفحہ ۳۲۰ کتاب الحج، ط: ایران)

ترجمہ:- یہ آیت فلاں اور فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل

ہوئی ہے۔ پہلے وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ پھر جب ان

پر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی) امامت و ولایت پیش کی گئی تو وہ

کافر ہو گئے (آخر میں کہا) کہ ان میں ذرا بھر بھی ایمان باقی نہ

رہا۔

اصول کافی کی مشہور شرح ”الصافی“ کے مصنف نے اس روایت کی یوں تشریح کی ہے:

(۲) امام گفت این آیت نازل شد در ابو بکر و عمر و عثمان اھ

(الصافی جزء سوم حصہ دوم، صفحہ ۹۸، بحوالہ ارشاد الشیخ، صفحہ ۳۷)

ترجمہ:- امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول ابو بکر،

عمر اور عثمان کے بارہ میں ہوا۔

اور ”اسرار آل محمد“ جو مذہب شیعہ کی دنیائے کائنات میں سب سے پہلی کتاب ہے اور مستند کتاب ہے، جو ”سلیم بن قیس کوفی“ متوفی ۹۰ ہجری کی تالیف ہے اور اس کتاب کے بارے میں امام صادقؑ کا قول اس کے ٹائٹیل پر لکھا ہوا ہے کہ

”ہر کس از پیروان و دوستان ما کتاب سلیم بن قیس ہلالی رانداشته

باشد چیزے از مسائل امامت ما نزد او نیست و از وسیلہ ہای ما ہیج

آگاہی ندارد آن کتاب الفبای شیعہ و سری از اسرار آل محمد است“

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پیروکاروں اور قسبیین میں سے جس

کے پاس سلیم بن قیس ہلالی کی مذکورہ کتاب نہ ہو وہ ہمارے امامت کے مسائل میں

سے کچھ بھی نہیں جانتا اور ہمارے وسیلوں سے کچھ خبر نہیں رکھتا، وہ کتاب شیعوں کا بنیاد

اور آل محمد (ﷺ) کی رازوں میں سے ایک راز ہے۔

اس کتاب میں جناب سلیم صاحب لکھتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کے بعد

چار کے علاوہ سب مرتد ہو گئے، ابو بکر گو سالہ اور عمر سامری کے مشابہ ہے۔

(۳) عبارت ملاحظہ ہو:

سلمان می گوید: علی (ع) فرمود: ہمہ مردم بعد از پیامبر (ص)

از دین برگشتند بجز چہار نفر..... علی (ع) شبہ ہارون است، عتیق

(ابو بکر) شبہ گو سالہ و عمر شبہ سامری اند

(اسرار آل محمد، صفحہ ۴۳، حدیث ارتداد اصحاب)

(۴) اسی کتاب میں صفحہ نمبر ۲۱۱ پر لکھا ہوا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ موت کے وقت ”لا الہ الا اللہ“ نہ کہہ سکے۔

اور جلاء العیون میں علامہ محمد باقر مجلسی لکھتا ہے کہ:

(۵) (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہے۔

عبارت ملاحظہ ہو:

..... هیچ عاقل را مجال آن هست که شک کند در کفر عمر و کفر کے کہ

عمر را مسلمان داند

(جلاء العیون (فارسی) جریان حدیث و روایات و قلم، ۶۳، ط: کتاب فروشی اسلامیہ تہران)

(۶) اور العالم الجلیل المحدث المتبحر السید نعمت اللہ الموسوی الجزائری، بونی

۱۱۱۲ھ اپنی کتاب ”الانوار النعمانیہ“ میں لکھتا ہے کہ:

”حضور کے بعد سوائے چار مسلمان، ابو ذر، مقداد اور

عمار کے سارے مرتد ہو گئے اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔“

آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:

(۷) ارتد عن الدین ارتداد اعظم من کل من ارتد الخ

یعنی مطلب ہے کہ (حضرت) عمر تمام مرتدوں میں سب سے بڑا مرتد ہوا

اور خاص روایات میں یہ بات ہے کہ شیطان کو ۷۰ زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی طرف

لایا جائے گا۔ وہ اپنے سامنے ایک شخص دیکھے گا جو ۱۲۰ زنجیروں میں باندھا ہوا ہوگا اور

فرشتے اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔ پھر شیطان ان کے (حضرت عمر کے) قریب ہو کر

کہے گا کہ اس بد بخت نے کیا جرم کیا ہے کہ مجھ سے بھی زیادہ عذاب دیا جا رہا ہے۔

(الانوار النعمانیہ، ۸۱/۱، ط: ایران)

جناب علی عبدی صاحب! یہ صرف ایک جھٹک ناقلین

قرآن کی شیعہ مذہب کے آئینے میں دکھائی گئی۔ اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش فی الوقت نہیں۔

ناقلین قرآن کے تکفیر کے بارے میں مزید مندرجہ ذیل کتب شیعہ کے حوالے رکھے جاسکتے ہیں:

(۱) الاصول الکافی، ۳۳۵/۱، کتاب الحج، لابی جعفر محمد بن یعقوب النکلیسی، ط: ایران

(۲) اسرار آل محمد، صفحہ ۳۳

(۳) الانوار النعمانیہ، ۲۶۳/۳، تالیف نعمت اللہ الموسوی، ط: ایران

(۴) الانوار النعمانیہ، ۸۲/۱، تالیف نعمت اللہ الموسوی، ط: ایران

(۵) حق الیقین، ج ۱ صفحہ ۵۰۹ اور صفحہ ۵۰۰، تالیف علامہ باقر مجلسی، طبع قدیم ایران

(۶) حیات القلوب فارسی، ج ۲ صفحہ ۷۲۶ اور ج ۲ صفحہ ۸۶۷ اور ج ۲ صفحہ ۹۶۷، ط:

نولکشور لکھنؤ۔

(۷) ترجمہ حیات القلوب اردو، صفحہ ۸۷۹، ج ۲ صفحہ ۹۰۰، ط: امامیہ کتب خانہ موچی

دروازہ لاہور۔

(۸) ترجمہ حیات القلوب اردو، صفحہ ۱۷۳، صفحہ ۸۶۷

(۹) ترجمہ مقبول احمد دہلوی، صفحہ ۸۴۰، سورۃ الاحزاب: ۲۸، ۲۹۔ ط: افتخار بیک ڈپو،

لاہور۔

(۱۰) بحار الانوار، ترجمہ فارسی، ج۔ ۱۳، صفحہ ۵۷۶، علامہ محمد باقر مجلسی، طبع ایران۔

”تلک عشرة كاملة“

شیعوں کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کی تیسری وجہ:

شیعوں کی معتبر اور نہایت ہی معتبر کتابوں میں جن پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔ اس مضمون کی دو ہزار سے زائد روایتیں ان کے ائمہ معصومین سے مروی ہیں کہ (نعوذ باللہ) قرآن کریم کے جمع کرنے والوں نے قرآن کریم میں تحریف کر دی ہے اور یہ تحریف پانچ قسم کی ہے۔

اول: قرآن کریم کی بہت سی آیتیں اور سورتیں نکال دیں۔

دوم: اپنی طرف سے عبارتیں بنا کر قرآن میں داخل کر دیں۔

سوم: قرآن کے الفاظ بدل دیئے۔

چہارم: حروف تبدیل کر دیئے۔

پنجم: اس کی ترتیب الٹ پلٹ کر دی۔

نیز علمائے شیعہ نے تحریف قرآن کی ان دو ہزار سے زائد روایات کے بارے میں تین باتوں کا اقرار کیا ہے۔

پہلا اقرار:-

یہ کہ تحریف کی روایات متواتر ہیں اور ان کی تعداد مسئلہ امامت کی روایات سے کسی طرح کم نہیں۔

دوسرا اقرار:-

یہ کہ یہ روایات تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں، ان کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

نیسرا اقرار:-

یہ کہ شیعہ ان روایات کے مطابق تحریف قرآن کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

شیعوں کے ان تینوں اقراروں کو آگے بحوالہ نقل کیا جائے گا۔

جناب علی عبدی صاحب! کیا اب بھی اس بات کی گنجائش رہے گی کہ

”شیعوں میں مذہبی حیثیت سے تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں ہے۔“

نمونے کے طور پر ہر قسم کی تحریف کی روایتیں شیعوں کی معتبر کتابوں سے

ملاحظہ ہو۔

قرآن کریم میں کم کئے جانے کی روایات:

”اصول کافی“ جو شیعہ مذہب کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے۔ اس

کے مصنف جناب محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۸/۳۲۹ھ ”نقۃ الاسلام“ کے مصنف

سے ملقب ہیں اور وہ بیک واسطہ امام معصوم مفترض الطاعت امام حسن عسکری کے چہرہ

ہیں۔ یہ کتاب امام غائب کی غیبت صغریٰ کے زمانے میں لکھی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ

سفیروں کے ذریعہ یہ کتاب امام غائب کی خدمت میں بھیجی گئی۔ امام غائب نے اس کو

ملاحظہ فرمایا اور اس کی تصدیق فرمائی اور فرمایا ”ہذا کاف لشیعتنا“ یعنی یہ کتاب ہمارے

شیعوں کے لئے کافی ہے۔ اس لئے اس کا نام ”الکافی“ رکھا گیا۔ (مقدمہ اصول

کافی، ج ۱ صفحہ ۲۰، ط: ایران)

اور علامہ حسین بن محمد آتقی نوری طبرسی اپنی کتاب ”فصل الخطاب“ میں
 ”اصول کافی“ کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

”جب کوئی روایت کافی جیسے کتاب میں ہو تو اس کی سند صحیح
 ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ یعنی کسی روایت کا کافی میں
 موجود ہونا ہی اس کے صحیح ہونے کی ضمانت ہے۔

(فصل الخطاب، صفحہ ۳۵۱، ط: ۱۶)

(۱) اس اصول کافی میں کتاب الامامة کے ایک باب کا عنوان ہے:

”باب انه لم يجمع القرآن كله الا الائمة عليهم
 السلام“

(ج ۱ صفحہ ۲۲۸، ط: ۱۰)

یعنی یہ باب ان حدیثوں کے بیان میں ہے جن سے یہ ثابت
 ہوتا ہے کہ پورا قرآن صرف ائمہ کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا۔

اور ظاہر ہے کہ جو قرآن ہمارے پاس ہے وہ ائمہ کا جمع کیا ہوا نہیں۔ لہذا
 اس باب کے مطابق موجودہ قرآن ناقص ہوا۔

لیجئے اس سے ”مفتی الاسلام کلینی صاحب“ کا عقیدہ تحریف بھی ثابت
 ہو گیا۔ کیونکہ حسین نوری صاحب ”فصل الخطاب فی تحریر کتاب رب الارباب“ میں
 لکھتا ہے کہ کلینی صاحب موجودہ قرآن کے تحریف کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ
 معتقدین کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدے اور مذہب کے مطابق عنوان قائم
 کرتے ہیں اور نوری صاحب نے اس بارے میں اپنی تائید کے لئے علامہ مجلسی کا

حوالہ دیا ہے۔ فصل الخطاب کی عبارت ملاحظہ ہو:

واستظهر المحقق السيد محسن الكاظمي في شرح
الوافية مذهبه (مذهب الكليني) من الباب الذي عقد فيه
وسماه "باب انه لم يجمع القرآن كله الا الائمة عليهم
السلام" فان الظاهر من طريقته انه انما يعقد الباب لما
يرتضيفه قلت وهو كما ذكره فان مذاهب القديماء تعلم
غالباً من عناوين ابوابهم وبه صرح ايضاً العلامة
المجلسي في مرآة العقول

(فصل الخطاب في تحريف كتاب رب الارباب، المقدمة الثالثة، صفحہ ۳۰۰...۳۰۵)

اصول کافی کے باب مذکور کی روایات ملاحظہ کیجئے۔

(۲) عن عمرو بن المقدم عن جابر قال سمعت ابا
جعفر عليه السلام يقول ما ادعى احد من الناس انه
جمع القرآن كله كما انزل الا كذاب، وما جمعه
وحفظه كما نزله الله تعالى الا علي بن ابي طالب
عليه السلام والائمة من بعده عليهم السلام

(اصول کافی، کتاب الحجۃ باب انه لم يجمع القرآن كله الا الائمة الخ ۲۴۸)

ترجمہ:- جابر نے کہا کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو کہتے ہوئے
سنا کہ لوگوں میں سے جو شخص بھی یہ دعویٰ کرے کہ میں نے پورا
قرآن جمع کیا، جیسے نازل ہوا تو وہ بڑا جھوٹا ہے اور حضرت علیؑ اور
ان کے بعد کے ائمہ علیہم السلام کے سوا کسی نے بھی اس کو نہ یاد

کیا، جس طرح نازل ہوا اور نہ جمع کیا۔

(۳) عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام أنه قال

ما یستطیع احد ان یدعی ان عنده جمیع القرآن کله

ظاہرہ و باطنہ غیر الاوصیاء

(حوالہ بالا)

ترجمہ:- جابر ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے فرمایا کہ

اوصیاء کے علاوہ کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس سارا

قرآن ہے، ظاہر اور باطن۔

(ف) تو ان دو روایتوں سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ موجودہ قرآن

ناکمل ہے۔ اگر کوئی اس کے کھل ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

(۴) اسی اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ہے ”باب فیہ نکت

ونتف من التنزیل فی الولاية“

یعنی یہ باب ہے اس بیان میں کہ ولایت کے متعلق قرآن میں قطع و برید کی گئی۔

(۵) اس باب میں ایک روایت یہ ہے:

عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قول

اللہ عزوجل : ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایة علی

وولایة الائمة من بعدہ فقد فاز فوزاً عظیماً ہکذا نزلت

(اصول کافی، باب فیہ نکت و تنف الخ ۱/۳۱۳، ط: ایران)

ترجمہ:- ابو بصیر امام جمعہ، صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کا قول ”ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایة
علی وولایة الائمة من بعدہ فقد فاز فوزاً عظیماً“
اسی طرح نازل ہوا تھا۔

ف:- اب قرآن مجید میں ”فی ولایة علی وولایة الائمة من
بعده“ کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان الفاظ کے بغیر آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ و
رسول کی اطاعت کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ مگر ان الفاظ کے اضافہ کے ساتھ آیت کا
مطلب یہ ہوگا کہ کامیابی کا وعدہ صرف ان احکامات سے متعلق ہے جو حضرت علی رضی
اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کی امامت سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۶) اسی کتاب کے باب مذکور میں عبداللہ بن شان سے روایت ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قوله ولقد عهدنا
الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمة
والحسن والحسین والائمة من ذریبتهم فنسی.
هكذا والله انزلت علی محمد صلی اللہ علیہ والہ
(اصول کافی، باب مذکور ۱/۶۱، ط: ایران)

ترجمہ:- امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول
”ولقد عهدنا الی آدم من قبل کل مات فی محمد
وعلی وفاطمة والحسن والحسین والائمة من ذریبتهم
فنسی“ (سورۃ طہ) اللہ کی قسم اسی طرح محمد ﷺ پر نازل کیا گیا تھا۔

ف:- اب قرآن شریف میں ”کلمات فی محمد وعلی وفاطمة

والحسن والحسين والائمة من ذريتهم“ کے الفاظ نہیں، بغیر ان الفاظ کے آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پہلے ہی حکم دیا تھا، مگر وہ بھول گئے اور وہ حکم دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک درخت کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی۔ مگر ان الفاظ کے ساتھ یہ مطلب ہوا کہ آدم علیہ السلام کو محمد وعلی وفاطمہ و حسن و حسین و دیگر ائمہ کے متعلق کوئی حکم دیا تھا اور وہ حکم کافی کی دوسری روایات میں نیز اور بہت سی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت آدم کو ائمہ پر حسد کرنے کی ممانعت کی گئی تھی۔ مگر انہوں نے حسد کیا اور اسی کی سزا میں جنت سے نکال دیئے گئے اور اسی وجہ سے ان کا نام اولوالعزم انبیاء کی فہرست سے خارج کر دیا گیا۔

مزید تسلی کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

☆..... بحار الانوار للعلامة محمد باقر مجلسی، جلد نمبر ۱۱، صفحہ نمبر ۱۷۳ اور جلد نمبر ۳۶، صفحہ نمبر ۲۷۸،

اور جلد نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۱۶۵ اور صفحہ ۱۱۸ اور جلد نمبر ۲۶ صفحہ نمبر ۲۷۳ اور صفحہ نمبر ۳۲۰ اور ۳۲۱

☆..... اصول کافی جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۸۹

(۷) اسی اصول کافی کے باب مذکور میں ہے:

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: نزل

جبرئیل بھذہ الایة علی محمد صلی اللہ علیہ والہ

”بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزلنا فی

علی بغیا“ (سورۃ البقرہ: ۹۰)

ترجمہ:- امام ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبرئیل اس

آیت کو محمد صلی اللہ علیہ والہ پر اس طرح لے کر آئے تھے

”بئسما اشتروا به انفسهم ان يكفروا بما انزلنا في

علی بغياً“ (ج ۱ صفحہ ۴۱۷)

ف: اب قرآن مجید میں ”فی علی“ کے الفاظ نہیں ہیں، بغیر اس

لفظ کے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ہر نازل کی ہوئی چیز کے انکار کی مذمت تھی، مگر اس لفظ کے ساتھ صرف امامت علی کے انکار کی مذمت ہوئی۔

(۸) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

نزل جبرئیل علیہ السلام بهذه الآية علی محمد

هكذا ”وان كنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی

علی فاتوا بسورة من مثله

(سورة البقرة: ۲۳۳ (۱۰۱۷-۱۰۱۸))

ترجمہ:- جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو محمد ﷺ پر اس طرح لے

کر آئے تھے ”ان كنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا

فی علی فاتوا بسورة من مثله“

ف: اب اس آیت میں ”فی علی“ کا لفظ نہیں ہے۔ اس آیت میں

قرآن کریم کا معجزہ ہونا بیان فرمایا ہے کہ اس کے مثل ایک سورت بھی کوئی نہیں بنا

سکتا۔ ”فی علی“ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ پورا قرآن معجزہ نہیں تھا بلکہ اعجاز صرف

ان آیتوں میں تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تھیں۔ مگر افسوس کہ اب وہ

آیتیں قرآن مجید میں نہیں ہیں۔

(۹) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے:

قول الله عزوجل "كبر على المشركين بولاية علي

ماتدعوهم اليه يا محمد من ولاية علي" هكذا في

الكتاب مخطوطة (۳۱۸/۱)

ترجمہ:- اللہ عزوجل کا قول "کبر علی المشرکین بولاية

علی ماتدعوهم اليه يا محمد من ولاية علي" اسی طرح

قرآن میں لکھا ہے۔

ف: ائمہ کے قرآن میں اسی طرح ہوگا۔ مگر ہمارے قرآن پاک میں

تو اب "ولاية علی" اور "يا محمد من ولاية علی" کہیں نہیں۔ آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ

مشرکوں کو آنحضرت ﷺ کی دعوت دین ناگوار ہے، مگر ان انوکھے الفاظ کے ذریعے

سے مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت میں جو لوگ شرک کرتے ہیں،

صرف ان کو آپ کی دعوت دین اور وہ بھی فقط امامت علیؑ کے متعلق ناگوار ہے۔ باقی

حصہ آپ ﷺ کی دعوت کا کسی کو ناگوار نہیں، نہ تو حید ناگوار ہے نہ رسالت نہ اور کچھ۔

لاحول ولا قوة الا باللہ۔

(۱۰) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

قول الله تعالى "سأل سائل بعداب واقع للكافرين

بولاية علي ليس له دافع" ثم قال : هكذا والله نزل

بها جبرئيل عليه السلام علي محمد صلى الله عليه

واله. (صفحة ۳۲۲ جلد ۱)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا قول ”سال سائل بعذاب واقع O
 للکافرین بولاية علی لیس له دافع“ اسی طرح اللہ کی قسم
 جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر لے کر نازل ہوئے تھے۔

ف: اب موجودہ قرآن میں ”بولاية علی“ کا لفظ اس آیت میں موجود
 نہیں ہے۔ آیت میں مطلق کافروں کے عذاب کا ذکر تھا کہ اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔
 مگر اس لفظ کے ملانے سے آیت میں صرف امامت علیؑ کے کفر کرنے والوں کا عذاب
 بیان ہوا کہ اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

الغرض اس قسم کی روایات جو موجودہ قرآن میں کمی پر دلالت
 کرتی ہیں۔ اس کتاب کے باب مذکور میں بکثرت ہیں۔
 (۱۱) اسی کتاب میں ”کتاب فضل القرآن“ کے باب النوادر میں امام جعفر صادق سے
 منقول ہے:

ان القرآن الذی جاء به جبرئیل علیہ السلام الی
 محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سبعة عشر ألف آية .

(اصول کافی ۲/۶۳۳-ط: ۱۱۱-ج)

ترجمہ:- بے شک جو قرآن جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر لے کر
 آئے تھے، اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔

ف: اب موجودہ قرآن میں علی اختلاف الروایات چھ ہزار سے کچھ
 اوپر آیتیں ہیں۔ لہذا شیعوں کے اس روایت کے رو سے دو تہائی قرآن غائب ہے۔
 (۱۲) اس روایت کو علامہ نوری طبرسی نے ”فصل الخطاب“ میں بھی اصول کافی کے

حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

(فصل الخطاب، الدلیل الحادى عشر، صفحہ ۲۱۱)

(۱۳) مولانا سید ظفر حسن صاحب امر وہی اصول کافی کے ترجمہ ”کتاب

الشافی“ میں باب نمبر ۱۱ ”قرآن کتنی دیر پڑھے اور کتنی مدت میں ختم کرے“ کے تحت لکھتا ہے:

اور ہم اہل بیت کے قرآن میں ۱۷ ہزار آیتیں ہیں۔ ہمارا قرآن چودہ اجزاء میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہم چودہ دن میں سے ہر روز ایک ہزار دو سو چار آیتیں پڑھ کر چودہ دن میں ختم کر دیں۔

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی، ۶۱۶/۲، ط: شمیم بکڈ بو، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی، نمبر

۱۸، تالیف مولانا سید ظفر حسن قبلہ امر وہی، مصنف دو سو کتب، بانی و منتظم جامعہ اسلامیہ کراچی)

ف: جناب مولانا کے بقول کہ ”ہم اہل بیت کے قرآن میں ۱۷ ہزار

آیتیں ہیں۔ کیا اس سے یہ عقیدہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن ثابت نہیں ہوتا کہ موجودہ قرآن اور ہے اور اہل بیت کا قرآن اور ہے۔ جبکہ جناب مولانا نے خود ہی اس کی وضاحت فرمائی ہے اور موجودہ قرآن کی کل آیات چھ ہزار سے کچھ اوپر بتائی ہیں اور یہ انہوں نے صاحب الصافی کا قول نقل کیا ہے۔

جناب علی عبدی صاحب! اب آپ ذرا انصاف سے غور

فرمائیں کہ کیا یہ شیعہ مذہب کے علماء نہیں؟ کیا انہوں نے موجودہ قرآن کو ناقص نہیں

ٹھہرایا؟ ان حضرات کے بارے میں شیعہ مذہب کا کیا فتویٰ ہے؟ کیا اس کے بعد ان کی کسی کتاب کا اعتبار ہے؟ کیا اس مذموم عقیدے کے اظہار کے بعد بھی آپ شیعہ حضرات ان کو اپنا مقتداء سمجھیں گے؟

فأمنوا كما آمن الناس

(۱۳) کتاب احتجاج شیعہ مذہب کی بڑی معتبر کتاب ہے۔ اس کے مصنف شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے دیباچہ کتاب میں لکھ دیا ہے کہ اس کتاب میں سوائے امام حسن عسکری کے اور جس قدر ائمہ کے اقوال ہیں ان پر اجماع ہے یا وہ عقل کے موافق ہیں یا اس قدر سیر وغیرہ کی کتب میں ان کی شہرت ہے کہ مخالف و موافق سب کا ان پر اتفاق ہے۔ ان کی یہ بات علامہ نوری طبرسی نے فصل الخطاب میں نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

وقد ضمن ان لا ينقل فيه الا ما وافق الاجماع

او اشهر بين المخالف والمؤلف او دلت عليه

العقول (فصل الخطاب، صفحہ ۳۲)

جناب علی عبدی صاحب! امید واثق ہے کہ مذہب شیعہ کی

س معتبر ترین کتاب کی مختصر تعارف کے بعد آپ بھی اس کی اہمیت جان چکے ہوں گے

اور یقیناً اپنی مذہب کی اس معتبر کتاب پر آپ کا اعتماد بھی ہوگا۔ اب ذرا اس کی بھی سن

لیں کہ موجودہ قرآن مجید کے بارے میں کیا زہرا گلا ہے۔

چنانچہ علامہ نوری طبرسی فصل الخطاب میں لکھتا ہے:

وقد روی فيه ازید من عشرة احادیث صریحة فی ذلک

(فصل الخطاب، صفحہ ۳۲)

ترجمہ:- اور تحقیق روایت کیا ہے، احتجاج میں دس احادیث سے زیادہ جو تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔

(۱۵) نیز اس کتاب کے صفحہ ۱۱۹ سے لے کر صفحہ ۱۳۲ تک ایک طویل روایت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک زندیق نے آنجناب کے سامنے کچھ اعتراض قرآن پر کئے، اور آپ نے تقریباً ہر اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ قرآن میں تحریف ہوگئی ہے۔ اس روایت سے قرآن مجید میں پانچوں قسم کی تحریف ثابت ہوتی ہے۔ موجودہ قرآن میں کمی ہونے کے متعلق جو مضامین اس روایت میں ہیں وہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

مثلاً ایک اعتراض اس زندیق نے یہ کیا تھا کہ قرآن مجید میں ”فان نسیتکم

الاتقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء“ یعنی اگر تم کو

اندیشہ ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو جن عورتوں سے چاہو نکاح

کر لو۔ زندیق نے کہا کہ شرط و جزا میں کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ یتیموں کے حق میں

انصاف نہ کر سکو تو عورتوں سے نکاح کر لو، ایک بالکل بے جوڑ بات ہے۔ جناب امیر

علیہ السلام نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا:

و اما ظہورک علی تناکر قولہ فان خفتم ألا تقسطوا

فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء ولیس

یشبه القسط فی الیتامی نکاح النساء ولا کل النساء

ایتامافہو مما قدمت ذکرہ من اسقاط المنافقین من

القرآن وبين القول في اليتامى وبين نكاح النساء من
الخطاب والقصص اكثر من ثلث القرآن وهذا وما
اشبه مما ظهرت حوادث المنافقين فيه لأهل النظر
والتأمل ووجد المعطلون وأهل الملل المخالفين
للاسلام مساعدا الى القدح في القرآن

(احتجاج صفحہ ۱۲۹، بحوالہ شیعہ سنی اختلافات، صفحہ ۲۳۱ و تنبیہ الحارین صفحہ ۲۸)

ترجمہ:- اور تجھ کو جو اللہ کے قول ”فان خفتنم ألا تقسطوا فی
الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء“ کے
نا پسندیدہ ہونے پر اطلاع ہوئی اور تو کہتا ہے کہ یتیموں کے حق
میں انصاف کرنا عورتوں سے نکاح کرنے کے ساتھ کچھ مناسبت
نہیں رکھتا اور نہ کل عورتیں یتیم ہوتی ہیں۔ پس اس کی وجہ وہی
ہے جو میں پہلے تجھ سے بیان کر چکا ہوں کہ منافقوں نے قرآن
سے بہت کچھ نکال ڈالا۔ ”فی الیتامی“ اور ”فانکحوا“ کے درمیان
میں بہت سے احکام اور قصے تھے۔ تہائی قرآن (یعنی دس
پارے) سے زیادہ وہ سب نکال ڈالے گئے۔ اسی وجہ سے بے
ربطی ہو گئی۔ اس قسم کی منافقوں کی تحریفات کی وجہ سے جو اہل نظر
و تامل کو ظاہر ہو جاتی ہیں، بے دینوں اور اسلام کے مخالفوں کو
قرآن پر اعتراض کرنے کا موقع مل گیا۔

ف: جناب امیر (جن کو حضور ﷺ نے علم کا دروازہ بتایا) اس زندیق

کے کسی اعتراض کا جواب نہ دے سکے۔ اس روایت کو دیکھ کر صاف کہنا پڑتا ہے کہ شیعوں کی طرح ان کے جناب امیر بھی (نعوذ باللہ) قرآن کے سمجھنے سے عاجز و قاصر تھے۔ حالانکہ آج اہل سنت کے ایک ادنیٰ طالب علم سے پوچھو تو وہ بھی اس آیت کا ربط اچھی طرح بیان کر دے گا۔ آیت میں یتامی سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں۔ بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرتے تھے اور ان کا مہر بھی کم مقرر کرتے تھے۔ دوسرے حقوق یہی نہ ادا کرتے تھے، کیونکہ ان یتیموں کی طرف سے کوئی لڑنے جھگڑنے والا تو تھا نہیں، لہذا آیت میں حکم دیا گیا کہ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ان سے نکاح نہ کرو، بلکہ دیگر عورتوں سے نکاح کر لو۔

اور قرآن کریم میں یہ لفظ ”فان خفتنم“ نہیں، بلکہ ”وان خفتنم“ اور اس کے ساتھ ہے۔ زندیق تو خیر زندیق تھا، وہ تو قرآن کریم کو صحیح کیوں پڑھتا؟ تعجب ہے کہ اس روایت کے مطابق جناب امیرؓ نے بھی اپنے جواب میں آیت کو غلط ہی نقل کیا۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (نعوذ باللہ) نہ تو قرآن کے الفاظ صحیح یاد تھے اور نہ وہ قرآن کریم کے جملوں میں ربط و تعلق سے آگاہ تھے۔

(۱۶) نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؓ نے اس زندیق سے فرمایا:

ولو شرحت لك ما اسقط و حرف و بدل مما يجرى

هذه المجرى لطلال و ظهر ما تحظر التقية اظهاره

(ایضاً صفحہ ۱۲۹)

ترجمہ:- اگر میں تجھ سے تمام وہ آیتیں بیان کر دوں جو قرآن

سے نکال ڈالی گئیں اور تحریف کی گئیں اور بدل دی گئیں جو اسی قسم

کی کارروائیاں ہوئیں تو بہت طول ہو جائے اور تقیہ جس چیز کو روکتا ہے، وہ ظاہر ہو جائے۔

ف: تعجب ہے کہ قرآن مجید کو محرف کہنے اور جا معین قرآن کو منافق کہنے سے تقیہ نے نہ روکا۔ مگر مقامات تحریف معین کرنے سے تقیہ نے روک دیا۔

(۱۷) نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندقہ سے کہا:

لَوْ عَلِمَ الْمُنَافِقُونَ لَعْنَةَ اللَّهِ مِنْ تَرْكِ هَذِهِ الْآيَاتِ
الَّتِي بَيْنَتْ لَكَ تَأْوِيلَهَا لَأَسْقَطُوهَا مَعَ مَا اسْقَطُوا مِنْهُ

(احتجاج طبرسی، ص ۱۱۰)

ترجمہ:- اگر منافقوں کو خدا انہیں لعنت کرے، معلوم ہو جاتا کہ

ان آیتوں کے باقی رکھنے میں کیا خرابی ہے جن کی تاویل میں

نے بیان کی تو ضرور وہ ان آیتوں کو بھی نکال ڈالتے جس طرح

اور آیتیں نکال ڈالیں۔

لہجے جناب! یہ آپ کے شیعہ مذہب کی اس معتبر ترین کتاب کی عبارت

ہیں جس کے مصنف نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس میں وہ روایات نقل کرے گا

جس پر اجماع اور اتفاق ہو اور جس کو موافق و مخالف سب تسلیم کریں۔ لہذا یقین کے

ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مصنف کتاب ”شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی“ نے جو روایات

تحریف قرآن کی نقل کی ہیں وہ شیعہ مذہب کی وہ روایات ہیں جن پر اجماع اور اتفاق

ہے۔ بالفرض و محال اگر ان روایات پر شیعہ مذہب کا اجماع نہ بھی ہو تو کم از کم خود

مصنف کتاب تو ان کو معتمد سمجھتے ہوں گے، کیونکہ انہوں نے بقول خود معتمد روایات نقل

کرنے کا التزام کیا ہے۔

اب آپ بتائیں کہ وہ شیعہ حضرات جو آج کل ہم اہل سنت کے عقیدے کی طرح موجودہ قرآن کے مکمل و محفوظ ہونے کے عقیدے کا طوعاً او کرہاً اظہار کرنے لگے ہیں، ان کا ایسے مصنف کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ وہ مسلمان ہیں یا کافر؟ کیا اس مذموم عقیدے کے اظہار کرنے کے بعد بھی وہ لائق اقتداء ہے؟ اور جو شیعہ اب بھی اس کو اپنا مقتداء اور پیشوا مانتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اب بھی شیعوں کے نزدیک اس کتاب اور اس کی دیگر تصنیفات کا کوئی اعتبار ہے؟

(۱۸) تفسیر برہان اور تفسیر صافی کے مقدمہ میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ان القرآن قد طرح منه آی كثيرة

(مقدمہ تفسیر برہان، مقدمہ ثالثہ، فصل اول، صفحہ ۳۷، بحوالہ شیعہ سنی اختلافات، ص ۱۲۲)
(فصل الخطاب، ص ۲۱۳، دلیل نمبر ۱۱)

ترجمہ:- بہ تحقیق قرآن سے بہت سی آیتیں نکال ڈالی گئیں۔

(۱۹) نیز اسی کتاب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

ولو قرئ القرآن كما انزل لالفيتنا فيه مسمين.

(مقدمہ تفسیر برہان، صفحہ ۳۷)

(فصل الخطاب دلیل الحادی عشر، ص ۲۱۳)

ترجمہ:- اگر قرآن اسی طرح پڑھا جائے، جیسا کہ نازل کیا گیا تو

یقیناً تم قرآن میں ہمارے نام پاؤ گے۔

ف: ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ قرآن سے بہت

ساری آیات اور شیعوں کے ائمہ معصومین کے نام نکال ڈالے گئے۔ اگر قرآن اصلی حالت میں پڑھا جائے تو ائمہ معصومین کے نام ضرور ملیں گے۔

جناب علی عبدی صاحب! آپ نے تو لکھا ہے کہ ”ہم قرآن کریم کے ”ب“ کے نئے تک کو نہیں چھوڑ سکتے۔“ اگر آپ کی مراد اس سے موجودہ قرآن ہے تو بتائیے کہ آپ سچے ہیں یا آپ کے وہ علماء سچے ہیں جو ائمہ معصومین سے آپ کے قول کے خلاف روایات نقل کرتے ہیں؟ اگر آپ کی بابت جھوٹ ہے تو پھر تو بات ہی ختم۔ اور اگر آپ کے بڑوں نے جھوٹ کہا کہ وہ وہ قرآن محرف ہے تو پھر بتائیے کہ:

ان جھوٹوں کا کیا حکم ہے؟ کیا آپ کے ہاں جھوٹے کی بات اور جھوٹے کی تصنیف کا اعتبار ہے؟ اگر نہیں تو اس کو دریا برد کرنا چاہئے کہ نہیں؟ شیعہ علماء کا اس بارے میں کبر کیا ہے؟

(۲۰) شیعوں کے مجتہد علامہ محمد باقر مجلسی اپنی کتاب ”بحار الانوار“ میں ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں:

عن عبد الله بن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام..... يا ابن سنان ان سورة الاحزاب فضحت نساء قريش من العرب و كانت اطول من سورة البقرة لكن نقصوها و حرفوها.

(بحار الانوار، باب فضائل سورة الاحزاب، ۲۸۸/۸۹، ط: مؤسسة الوفاء بيروت)

ترجمہ:..... ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے

عبداللہ بن سنان سے فرمایا کہ بہ تحقیق سورۃ الاحزاب نے عربوں میں سے قریش کی عورتوں کو شرمندہ کر دیا اور وہ سورۃ البقرہ سے بھی زیادہ طویل تھی۔ لیکن انہوں نے اس کو کم کر دیا اور اس میں تحریف کر دی۔

(۲۱) عمید الطائفہ محمد بن محمد بن النعمان المفید جن کو آپ جناب۔۔۔ ان لوگوں کی فہرست میں شمار کیا ہے جو تحریف قرآن کا انکار کرنے لگے ہیں، ان کا عقیدہ تحریف ملاحظہ کیجئے۔

علامہ باقر مجلسی جو شیعہ مذہب کے پائے کے علماء میں سے ہیں یضیہ وہ آپ سے زیادہ شیخ مفید کو اور اس کے عقیدے کو جانتے ہوں گے۔ وہ ”بحار الانوار“ میں لکھتے ہیں کہ:

”شیخ مفید سے مسائل السرویہ میں کسی نے موجودہ قرآن کے بارے میں سوال کیا کہ قرآن یہی ہے جو بین الدینین موجود ہے یا کچھ ضائع بھی ہوا ہے۔ الخ۔“

انہوں نے جواب میں کہا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”دو تختیوں کے درمیان پورے قرآن کچھ وجوہات کی بناء پر جمع نہ ہو سکا۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ قرآن جمع کرنے والے صحابہ بعض قرآن کو سمجھ نہ سکے اور بعض میں شک کیا اور بعض کو تصدائکال ڈالا۔“

بحار الانوار کی عبارت ملاحظہ ہو:

سئل الشيخ المفید رحمہ اللہ فی المسائل السرویہ:

ما قوله اذام الله حراسته في القرآن؟ اهو ما بين الدفتين
الذي في ايدي الناس؟ ام هل ضاع مما انزل الله تعالى
على نبيه منه شيء ام لا؟ وهل هو ما جمعه امير المؤمنين
عليه السلام ام ما جمعه عثمان علي ما يذكره
المخالفون .

الجواب: والباقي مما انزله الله تعالى قرانا
عند المستحفظ للشرعية المستودع للاحكام لم
يضع منه شيء وان كان الذي جمع ما بين الدفتين
الآن لم يجعله في جملة ما جمع لأسباب دعته إلى
ذلك منها قصوره عن معرفة بعضه ومنه ما شك
فيه ومنه ما عمد بنفسه ومنه ما عمد اخراجه منه .

(بحار الانوار، باب ما جاء في كيفية جمع القرآن ۷۳/۸۹، ط: مؤسسة الوقائع بيروت)

(۲۲) تفسیر تہی جس کے مصنف علی بن ابراہیم تہی امام حسن عسکری کے تلامذہ

اور محمد بن یعقوب کلینی کے استاد ہیں شیعوں کی بڑی معتبر کتاب ہے اور روایات نریف
سے لبریز ہے۔

منجملہ ان کے ایک یہ ہے:

واما ما هو محذوف عنه فهو قوله "لكن الله يشهد

بما أنزل اليك في علي. كذا انزلت (ثم قال) و

مثله كثير (مقدمه، ۱۰/۱)

ترجمہ:- اور بہر حال وہ آیتیں جو قرآن سے نکال ڈالی گئیں ان کی ایک مثال یہ ہے۔ ”لکن اللہ یشہد بما انزل الیک فی علی“ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی۔ (پھر چند مثالوں کے بعد لکھا ہے کہ) اس کے مثل بہت ہے۔

(۲۳) ذکاء الہان بجواب جلاء الاذہان، ہزار تمہاری دس ہزاری

میں شیعہ عالم عبدالکریم مشتاق لکھتا ہے کہ

”جب آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کا پورے قرآن پر ایمان ہے تو اس سے مراد موجودہ قرآن ہوتا ہے۔ جبکہ دعویٰ قرآن ہے کہ اس میں ہر خشک و تر کا بیان موجود ہے۔ جبکہ آپ کے اعتقاد کردہ مکمل قرآن میں وجود پاکستان کا ذکر نہیں مل پاتا۔ مگر ہم جس پورے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اس میں جو کچھ گذر چکا ہے اور جو کچھ گذرنے والا ہے ہر امر کا بیان موجود ہے اور وہ مکمل قرآن اس دنیا میں محافظ کی حفاظت میں موجود ہے جسے کہ غیر طاہر لوگ مس نہیں کر سکتے۔ یہ قرآنی فیصلہ ہے۔ آپ کے قرآن کی حفاظت کا یہ حال ہے کہ اسے ہر پاک و ناپاک جس حالت میں چاہے چھوسکتا ہے۔ اس کے نسخوں میں اغلاط و سہویات کا امکان ہے۔ اس میں آپ موجودہ مملکت خداداد پاکستان تک کا ذکر نہیں دکھلا سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ جو قرآن مجید کا نسخہ ہمارے امام کی حفاظت میں محفوظ ہے اس میں ہر وہ بات موجود ہے جو

ہو چکی یا ہونے والی ہے۔ پس ہمارا ایمان مکمل ہے اور آپ کا ناقص ہے۔ کیونکہ آپ جزوی کلام کو مانتے ہیں اور بقیہ کلام کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ ہم جزوی و کلی کلام کے معتقد ہیں۔

(ط: رحمت اللہ بک ایجنسی، کھارادر کراچی)

یہ سب وہ روایتیں تھیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ موجودہ قرآن مجید میں

واقع ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں زیادتی کی روایتیں:

اب کچھ وہ روایتیں ملاحظہ کیجئے جو صاف طور پر یہ بتاتی ہیں کہ موجودہ قرآن

میں جامعین قرآن (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے اضافات کئے ہیں اور اپنی مرضی کی عبارتیں داخل کی ہیں۔

(۱) چنانچہ کتاب احتجاج مطبوعہ ایران کی اس طویل روایت میں، (سر) کا

ذکر اوپر ہوا، اس زندقہ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ خدا نے اپنے نبی محمد ﷺ کی فصیلت

تمام نبیوں پر بیان کی۔۔۔ حالانکہ جتنی تعریف بیان کی ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی

برائی اور توہین قرآن میں ہے کہ اس قدر توہین اور کسی نبی کی قرآن میں نہیں ہے۔

زندیق کے اس اعتراض کو بھی شیعوں کے جناب امیر نے (نعوذ باللہ) تسلیم کر لیا

اور تسلیم کر کے حسب ذیل جواب دیا کہ:

فألفه فواختيارهم وزادوا فيه ما ظهر تناكره وتنافره

والذي بدأ في الكتاب من الاذراء على النبي صلي

الله عليه وآله من فرية الملحدين

(۱۳۲، ط: ایران)

ترجمہ:- پس صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے صاحبان اختیار نے اس قرآن کو جمع کیا ہے اور اس میں وہ باتیں زیادہ کر دی ہیں جن کا خلاف فصاحت اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کی جو برائی قرآن میں ظاہر ہوئی ہے وہ ملحدوں کی افتراء ہے۔ (یعنی جامعین قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم نے بڑھایا ہے)۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؓ نے اس زندقہ سے کہا:

انهم أثبتوا في الكتب ما لم يقله الله ليلبسوا على
الخلیقة

(احتجاج، ص ۱۳۱)

ترجمہ:- ان منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی تھیں تاکہ مخلوق کو فریب دیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؓ نے کہا:

ولیس یسوغ مع عموم التقیة التصریح باسماء
المبدلین ولا الزیادة فی آیاتہ علی ما أثبتوه من
تلقاتهم فی الكتاب لما فی ذلک من تقویة حجج
اهل التعطیل والكفر والملل المنحرفة عن ملتنا
وابطال هذا العظم الظاهر الذی قد استکان له
الموافق والمخالف .

(احتجاج، ص ۱۳۶)

ترجمہ: تقیہ کی ضرورت اس قدر ہے کہ نہ میں ان لوگوں کے نام بتا سکتا ہوں، جنہوں نے قرآن شریف میں تحریف کی، نہ اس میں زیادتی کو بتا سکتا ہوں جو انہوں نے قرآن میں درج کی، جس سے اہل تعطیل و کفر اور مذاہب مخالفہ اسلام کی تائید ہوتی ہے اور اس علم ظاہر کا ابطال ہوتا ہے جس کے موافق و مخالف سب قائل ہیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ اس زندیق سے جناب امیرؓ نے جمع قرآن کا قصہ بیان کیا:

ثم دفعهم الاضطرار بورود المسائل عما لا يعلمون
تأويله إلى جمعه وتأويله وتضمنه من تلقائهم
ما يقيمون به دعائم كفرهم فصرح مناديتهم من كان
عنده شيء من القرآن فليأتنا به ووكلوا تأليفه ونظمه
إلى بعض من وافقهم إلى معاداة أولياء الله فألفه على
اختيارهم.

ترجمہ:- پھر جب ان منافقوں (جامعین قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم) سے وہ مسائل پوچھے جانے لگے جن کو وہ نہ جانتے تھے تو مجبور ہوئے کہ قرآن کو جمع کریں۔ اور اس کی تفسیر کریں اور قرآن میں وہ باتیں بڑھائیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم کریں۔ لہذا ان کے منادی نے اعلان کیا کہ جس کے

پاس کوئی حصہ قرآن کا ہو وہ ہمارے پاس لے آئے اور ان منافقوں نے قرآن کی جمع و ترتیب کا کام اس شخص کے سپرد کیا جو دوستان خدا کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا اور اس نے ان کی پسند کے موافق قرآن کو جمع کیا۔

ف: احتجاج طبری کی ان روایات سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے۔

اول: یہ کہ اس قرآن میں (نعوذ باللہ) نبی علیہ السلام کی توہین قرآن کے جمع کرنے والوں نے بڑھائی ہے۔

دوم: یہ کہ قرآن مذاہب باطلہ اور مخالفین اسلام کی تائید کرتا ہے۔ شریعت کو مٹا رہا ہے، کفر کے ستون اس سے قائم ہوتے ہیں۔

سوم: اس قرآن میں ایسی عبارتیں بڑھادی گئی ہیں جو قابل نفرت اور خلاف فصاحت ہیں۔

چہارم: یہ نہیں معلوم کہ یہ بڑھائی ہوئی عبارتیں کون کون اور کہاں کہاں ہیں۔

پنجم: اس قرآن کے جمع کرنے والے منافق اور کفر کے ستون قائم کرنے والے اور دوستان خدا کے دشمن تھے۔ انہوں نے اپنی پسند و خواہش کے مطابق قرآن کو جمع کیا۔

جناب علی عبدی صاحب غور کرتے جائیں اور فیصلہ کرتے جائیں!

کیا آپ اس مذہب کے بارے میں فرما رہے تھے (کہ ہم قرآن کریم کے ”ب“ کے نقطے تک کو نہیں چھوڑ سکتے) کیا جو مذہب موجودہ قرآن کے بارے میں مذکورہ تصور رکھتا ہے اس کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ وہ موجودہ قرآن کو مخرف نہیں کہتے؟

بقول آپ جناب کے کہ اگر کوئی تحریف کا تصور رکھتا ہے تو وہ اس کا ذاتی نظریہ ہے تو بتائیں اگر کوئی تحریف قرآن کا نظریہ رکھتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا شیعہ مذہب اس کو مسلمان کہتا ہے؟

”صاحب احتجاج“ جو کہ انہی لوگوں میں سے ہیں جو تحریف قرآن کا نظریہ رکھتے ہیں جیسا کہ اوپر کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے، اس کے بارے میں شیعہ مذہب کا کیا فتویٰ ہے؟ ان کی تصنیفات سے استفادہ کرنا کیسا ہے؟ ان کے تبعیض کا کیا حکم ہے؟

(بینوا واجرکم علی اللہ)

(۲) تفسیر برہان اور تفسیر صافی کے مقدمہ میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

لولا انه زيد في القرآن ونقص ما خفي حقنا على ذي حجبی

(مقدمہ ثالثہ، فصل اول..... ص ۱۷۰)

ترجمہ:- اگر قرآن میں بڑھایا نہ گیا ہوتا اور گھٹایا نہ گیا ہوتا تو ہمارا

حق کسی عقلمند پر پوشیدہ نہ ہوتا۔

ف ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن شریف مذہب شیعہ کے

بالکل خلاف ہے، حتیٰ کہ مسئلہ امامت اور ائمہ کا حق بھی اس سے ثابت نہیں ہو سکتا، اور

یہ قرآن سنیوں کی تائید کرتا ہے، ان کے ستون قائم کرتا ہے۔

مذکورہ صدر کتب شیعہ کی وہ روایات ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ قرآن کریم میں

منافقین کی طرف سے زیادتی ہوئی ہے۔

قرآن شریف کے حروف و الفاظ کے بدلے جانے کی

روایتیں:

(۱) تفسیر قمی میں ہے:

وأما ما كان خلاف ما انزل الله فهو قوله تعالى "كنتم

خير أمة أخرجت للناس" الآية

قال أبو عبد الله عليه السلام لقارى هذه الآية خير أمة

يقتلون امير المؤمنين والحسين بن علي ف قيل له

فكيف نزلت يا ابن رسول الله فقال : انما أنزلت

خير أئمة أخرجت للناس .

(تفسیر قمی، ص ۱)

ترجمہ:- اور وہ چیزیں جو قرآن میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے

نازل کئے ہوئے قرآن کے خلاف ہیں۔ پس وہ (مثلاً) یہ

آیت "کنتم خیر ائمة" (یعنی تم لوگ ان تمام امتوں سے

بہتر ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں) امام جعفر صادق نے اس

آیت کے پڑھنے والے سے کہا کہ واہ کیا اچھی امت ہے جس

نے امیر المؤمنین اور حسین بن علی کو قتل کر دیا۔ پوچھا گیا کہ پھر یہ

آیت کس طرح اتری تھی اے فرزند رسول؟ تو فرمایا کہ یہ آیت

اس طرح تھی "کنتم خیر ائمة" (یعنی اے ائمة اثنا عشر) تم

تمام اماموں سے بہتر ہوں۔"

ف معلوم ہوا کہ قرآن میں ”خیرامۃ“ کا لفظ غلط ہے۔ ”خیر ائمتہ“

نازل ہوا تھا۔ الفاظ تبدیل کر دیئے گئے۔

(۲) نیز اسی تفسیر میں ہے:

ومثله آية قرأت علي ابي عبد الله عليه السلام

”الذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قررة

أعين واجعلنا للمتقين إماما“ لقد سألوا الله عظيما

ان يجعلهم للمتقين إماما فقيل له يا ابن رسول الله

كيف نزلت فقال : إنما نزلت واجعل لنا من المتقين

إماما (صفحة ۱۰۰)

ترجمہ:- امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔

”والذين يقولون“ (یعنی وہ لوگ) جو کہتے ہیں کہ اے رب

ہمارے بخش دے ہم کو۔ ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے

ٹھنڈک آنکھیں کی اور بنا دے ہم کو متقیوں کا امام۔ تو امام جعفر

صادق نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ سے بڑی چیز مانگی کہ ان کو

متقیوں کا امام بنا دے۔ پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول یہ آیت

کس طرح اتری تھی؟ تو فرمایا کہ اس طرح اتری تھی۔

”واجعل لنا من المتقين اماما“ یعنی ہمارے لئے متقیوں

میں سے کوئی امام مقرر کر دے۔“

چونکہ امامت کا رتبہ شیعوں کے یہاں نبوت سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے

امام نے آیت کو غلط کہہ دیا کہ اس میں امامت کی درخواست خدا سے کی گئی۔ اس روایت میں حروف کی تبدیلی ہے۔

(۲) اصول کافی کتاب الحجہ ”باب فیہ نکلت وثبت من التزیل فی الولاية“ میں ہے:

عن الحسين بن مياح عن اخبره قال : قرأ رجل

عند ابي عبدالله عليه السلام ”قل اعملوا فسیری

الله عملکم ورسوله والمؤمنون“ فقال لیس هكذا

ہی، انما ہی والمأمونون، فنحن المأمونون

ترجمہ:- ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ

آیت پڑھی ”قل اعملوا“ (یعنی اے نبی کہہ دو کہ تم لوگ عمل

کرو، تمہارا عمل اللہ دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے)

امام نے فرمایا۔ یہ آیت اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے

”والمأمونون“ یعنی مامون لوگ دیکھیں گے اور مامونوں میں

ہم ائمہ اثنا عشر ہیں۔

(۳) کتاب احتجاج کی اسی مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ زید بن علی نے ایک

اعتراض یہ بھی کیا کہ قرآن میں پینچمبروں کی مذمت تو نام لے کر خدا نے بیان کی ہے مگر

منافقوں کی مذمت اشارات و کنایات میں ہے۔ ان کا نام نہیں لیا گیا، یہ کیا بات

ہے؟ تو جناب امیر نے جواب دیا کہ:

ان الكناية عن اسماء ذی الحرائر العظيمة من

المنافقين لیست من فعله تعالیٰ وانها من فعل

المغيرين والمبدلين الذين جعلوا القرآن عظيم
واعتاضوا الدنيا من الدين.

ترجمہ:- بڑے بڑے جرم والے منافقوں کے نام کا کنایات
میں ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے تو صاف
صاف نام ذکر کئے تھے) بلکہ یہ فعل ان تحریف کرنے والوں،
بدلنے والوں کا ہے جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے
اور دنیا کے عوض دین کو بیچ ڈالا۔ (انہوں نے ناموں کو نکال دیا
اور بجائے ان کے کنایہ کے الفاظ رکھ دیئے)۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؓ نے اس زندیق کو یہ نصیحت جو اپنا
دے کر فرمایا:

فحسبك في الجواب في هذه المواضع ما سمعت
فان شريعة التقية تحظر التصريح بما كثر منه
(صفحہ ۱۲۶)

ترجمہ:- پس ان مقامات میں یہ جواب تجھے کافی ہیں جو تو نے
سنے اس لئے کہ تقیہ کی شریعت اس سے زیادہ صاف بیان کرنے
کو روکتی ہے۔

(۵) ”فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب“ یہ ایسی کتاب ہے

جس نے کسی شیعہ کے لئے شیعہ مذہب پر رہتے ہوئے اس بات کی گنجائش ختم کر دی
کہ وہ کہے کہ ”ہمارا تو تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں ہے“۔

یہ تحریف قرآن کو ثابت کرنے کے لئے ہی لکھی گئی ہے۔ مصنف کتاب علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب شہر نجف اشرف میں خاص مشہد امیر المومنین میں بیٹھ کر یہ کتاب لکھی اور یہ اتنی ضخیم ہے کہ اگر عام فہم اردو میں اس کا ترجمہ کیا جائے تو اندازہ ہے کہ اس کے صفحات ہزار سے کم نہ ہوں گے۔ مصنف کتاب علامہ نوری طبرسی نے اپنی شیخی نقطہ نظر کے مطابق اس دعوے کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں کہ موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے اور ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے۔ اس میں سے بہت سا حصہ غائب اور ساقط ہو گیا ہے اور تحریف کرنے والوں یعنی خلفاء ثلاثہ اور ان کے رفقاء نے اس میں بہت سی طرف سے اضافے بھی کئے ہیں۔ اور ہر طرح کا تغیر و تبدل ہوا ہے، اور مصنف کتاب نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہی ہمارے عام علمائے متقدمین کا عقیدہ اور موقف رہا ہے اور انہوں نے اپنی تصانیف میں صراحت اور صفائی کے ساتھ اسی عقیدہ کا اظہار کیا ہے بلکہ اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

بہر حال! اگر اس موضوع سے متعلق اس کتاب کی دو تمام عبارتیں نقل کی جائیں جو نقل کرنے کے لائق ہیں تو اندازہ ہے کہ ان کے لئے جسے اس صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔ لہذا بطور نمونہ صرف چند ایک عبارتیں ملاحظہ ہو۔

مصنف کتاب علامہ نوری طبرسی تحریف کے اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

التاسعة تبديلها كتبديل ال محمد بعد قوله

تعالی ان الله اصطفى ادم ونوحا وال ابراهيم بال

عمران، وتجعلون شکرکم برزقکم. العاشرة زيادة

الحرف كزيادة الف والدي في قوله تعالى حكاية
عن ابراهيم رب اغفر لي ولوالدي الحادية عشرة
نقصان الحرف كنقصان همزة من قوله كنتم خير
امة ويا في قوله ياليتي كنت ترابا الخ

(فصل الخطاب، ص ۲۵۔ ملنے کا پتہ: بک لینڈ، بندر روڈ، کراچی)

ترجمہ:- تحریف قرآن کی نویں قسم کلمہ کو تبدیل کرنا ہے، جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کے قول ان الله اصطفى ادم ونوحا وال
ابراهيم کے بعد ال محمد کی جگہ ال عمران کو تبدیل کیا
گیا اور وتجعلون رزقكم میں رزقكم کو شکر کم کی جگہ
بدل ڈالا (یعنی اصل وتجعلون شکر کم تھا) تحریف کی
دسویں قسم! کسی حرف کو زیادہ کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول
رب اغفر لي ولوالدي میں والدي میں الف کو زیادہ کیا
(یعنی اصل ولوالدي تھا) گیارہویں قسم! حرف کو کم کرنا جیسا
کہ اللہ تعالیٰ کے قول كنتم خیر امة میں همزہ کو کم کیا (یعنی
ائمة کو امة بنا دیا) اور یالیتنی كنت ترابا میں یاء کو کم
کر دیا۔ (یعنی اصل میں ترابا تھا)..... الخ۔

(۶) قرآن مجید کی آیت ہے:

ثم يأتي من بعد ذلك عام فيه يغاث الناس وفيه يعصرون ۵

(سورة يوسف: ۴۹)

اس آیت کے ذیل میں شیعہ مترجم حکیم سید مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے:

”قول مترجم:- معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن میں ظاہراً اعراب

لگائے ہیں تو شراب خور خلفاء کے خاطر ”يُعْصِرُونَ“ کو ”يَغْصِرُونَ“

سے بدل کر معنی کو زیر زبر کیا گیا ہے..... قرآن مجید کو اصلی حالت پر

لانا جناب صاحب العصر علیہ السلام کا کام ہے۔ الخ۔“

(قرآن مجید مترجم، حکیم سید مقبول احمد دہلوی، سورۃ یوسف: ۲۹ ص ۹۷۲: ۱۰۱: انفجار بک ڈپو کرشن نگر، لاہور)

ف: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ اس

میں نعوذ باللہ شراب خور خلفاء کی خاطر تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اصلی قرآن صاحب العصر

علیہ السلام لائیں گے۔ جناب علی عبدی صاحب! جب موجودہ قرآن اصلی نہیں تو اس

پر ایمان کیسے اصلی ہوا؟ اگر موجودہ قرآن اصلی ہے تو جو اس کو نقلی کہتا ہے اس کا آپا نام

ہے؟ اور اس کو مسلمان سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شیعہ مذہب کا فتویٰ

بتادیں تو بڑ عنایت ہوگی۔

موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے:

شیعہ مذہب کہتا ہے کہ موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ اصلی قرآن تو امام

غائب کے پاس ہے جو قیامت کے قریب آئے گا اور اصلی قرآن کو ساتھ لائے گا۔

۱- چنانچہ ”اصول کافی“ اور ”فصل الخطاب“ اور ”مفتاح القرآن المعروف بہ

دیباچہ ترجمہ مقبول احمد دہلوی میں ہے:

عن محمد بن سلیمان عن بعض اصحابہ عن ابی

الحسن علیہ السلام قال قلت له جعلت فداک انا

نسمع الآيات في القرآن ليس هي عندنا كما
 نسمعها ولا نحسن ان نقرئها كما بلغنا عنكم فهل
 نائم فقال لا اقرؤا كما تعلمتم فسيجيئكم من
 يعلمكم.

اصول کافی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

یعنی بہ الصاحب علیہ السلام.

(اصول کافی، باب ان القرآن، ریح کما انزل، ج ۲ صفحہ ۶۱۹، ط: دارالکتب، الاسلامیہ، تہران)

(مفتاح القرآن المعروف بہ دیباچہ، ترجمہ مقبول احمد دہلوی، ص ۳۱، ط: کرشن نگر لاہور)

(فصل الخطاب، الدلیل الحادی عشر، صفحہ ۲۳۷)

ترجمہ:- راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے کہا کہ
 میں آپ پر قربان ہوں، ہم قرآن میں کچھ آیتیں ایسی سنتے ہیں
 جو کہ ہمارے قرآن میں اس طرح نہیں ہیں اور نہ ہم ان کو اس
 طریقے سے پڑھ سکتے ہیں جو تم سے ہم تک پہنچا ہے تو کیا ہم
 گناہگار ہوں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، تم اسی طرح پڑھو
 جس طرح تم نے سیکھا ہے۔ پس عنقریب تمہارے پاس تم کو
 سکھانے والا آئے گا۔ (یعنی امام قائم علیہ السلام)

نیز اصول کافی اور فصل الخطاب میں ہے:

-۲

عن سالم بن ابی سلمة قال قرء رجل علی ابی
 عبد اللہ علیہ السلام وانا اسمع حروفا من القرآن
 لیس علی ما یقرئها الناس فقال کف عن هذه القراءة

اقرا كما يقرنها الناس حتى يقوم القائم عليه السلام
 فاذا قام القائم عليه السلام قرء كتاب الله على حده
 واخرج المصحف الذي كتبه على عليه السلام
 وقال اخرج على عليه السلام الى الناس حين فرغ
 منه وكتبه فقال لهم هذا كتاب الله عز وجل كما
 انزله الله على محمد صلى الله عليه وآله وقد
 جمعته من اللوحين فقالوا هو ذا عندنا مصحف جامع
 فيه القرآن لا حاجة لنا فيه فقال اما والله ماترونه بعد
 يومكم هذا انما كان على ان اخبركم حين جمعته
 لتقرؤوه

(اصول کافی، ۶۳۳/۲، ط: تہران)

(فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الادب، صفحہ ۲۱۳ الدلیل الحادی عشر، طبعہ کا پتہ بک لینڈ کرینی)

ترجمہ:- سالم بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابو عبد اللہ
 علیہ السلام کے سامنے قرآن کے کچھ حروف پڑھے۔ میں سن رہا
 تھا۔ وہ حروف اس کے مطابق نہیں تھے جس طرح کے لوگ
 پڑھتے ہیں تو ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قرأت سے
 رک جاؤ۔ اسی طرح پڑھو جس طرح اور لوگ پڑھتے ہیں۔ یہاں
 تک کہ قائم علیہ السلام آجائے۔ پس جب قائم علیہ السلام
 آجائے تو وہ کتاب اللہ کو اپنی اصلی حالت پر پڑھیں گے اور

ابو عبد اللہ نے وہ مصحف نکالا جو حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا اور فرمایا کہ علیؑ جس وقت اس کے لکھنے سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو بتایا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ جیسا کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل کیا اور اس کو میں نے دو گتوں سے جمع کر لیا ہے تو صحابہ نے کہا کہ ہمارے پاس تو مصحف ہے۔ اس میں قرآن جمع ہے۔ ہمیں آپ کے مصحف کی ضرورت نہیں، تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم آج کے بعد تم اس قرآن کو نہیں دیکھو گے، میرے ذمے تھا کہ میں تم کو خبر دوں جس وقت میں نے اس کو جمع کیا تا کہ تم اس کو پڑھو۔

ف: تو مذکورہ روایات سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن اصل نہیں ہے، اصلی قرآن قیامت کے قریب جناب امام غائب صاحب لائیں گے۔ علامہ نوری طبرسی ایک اور جگہ لکھتے ہیں ”وصار..... من ذخایر الإمامة“ (فہم الخطاب، ص ۲۱) کہ قرآن ائمہ کے ذخائر میں سے ہو گیا۔

جناب علی عبیدی صاحب! ذرا غور کر کے بتائیں ”ہم سینوا“ کو تو چھوڑو بے چارے شیعوں نے کیا جرم کیا تھا کہ اس وقت سے لے کر اب تک اصلی قرآن سے محروم ہیں اور نقلی قرآن پر (نعوذ باللہ) گزارہ کرتے آئے ہیں۔ اماموں کو چاہئے تھا کہ کم از کم اپنے تابعین کو تو اصلی قرآن دے دیتے تاکہ وہ تو اصلی دین اختیار کرتے۔ کیا جس قوم کی کتاب نقلی ہو اصلی انہوں نے دیکھی ہی نہ ہو تو ان کا کوئی عمل اصلی ہو سکتا ہے؟ اس قوم کے دین کا کوئی جز اصلی ہو سکتا ہے؟ بھلا نقلی چیز پر لایا ہوا

ایمان کیونکر اصلی ہو سکتا ہے؟

جناب علی عبدی صاحب! (نعوذ باللہ) کیا حضرت علی

رضی اللہ عنہ جو کہ شیر خدا تھے اور جو اتنے بہادر اور طاقتور تھے کہ خیبر کے دروازہ کو اکیلا اکھاڑ پھینکا، ان سے یہ نہ ہو سکا کہ اصلی قرآن کے نفاذ کے لئے کچھ کر لیتے۔ چلو اور نہ سہی اپنے دور خلافت میں تو کچھ کر لیتے۔ کیا قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کو پڑھا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے یا قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کو غار میں چھپایا جائے اور اس کے پھیلانے کے لئے کوئی جدوجہد نہ کی جائے؟

خدا را! شیعہ حضرات ذرا انصاف سے کام لیں کچھ تو عقل کے تقاضے کو نہ نظر رکھیں۔

جناب علی عبدی صاحب! آپ نے ہمیں دعوت عامہ کی

ہے کہ جا کر دیکھیں کہ آیا اس قرآن میں جو اہل سنت کے ہاں ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی پائی جاتی ہے؟

جواب:- جناب محترم یہ تو آپ لوگوں کی مجبوری ہے کہ موجودہ

قرآن اہل سنت کو آپ لوگوں نے گھروں میں رکھا ہے کیونکہ آپ کے ائمہ معصومین کا آپ شیعوں کو یہ حکم ہے کہ ”فی الحال اسی نقلی قرآن کو پڑھو، جب امام عائب علیہ السلام آجائے تو وہ اصلی قرآن برآمد کریں گے“ جیسا کہ گزشتہ عبارات سے بخوبی معلوم ہوا، میں آپ کی تسلی کے لئے ایک اور عبارت نقل کرتا ہوں۔ اس کے بعد اپنی دعوت عامہ پر نظر ثانی کیجئے۔

شیعوں کے بہت بڑے عالم علامہ محمد باقر مجلسی اپنی کتاب بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

فصل : غیر ان الخبر قد صح عن ائمتنا علیہم السلام
 أنهم أمروا بقراءة ما بین الدفتین وان لانعداه بلا زیادة
 فیہ ولانقصان منه حتی یقوم القائم علیہ السلام
 فیسری الناس القرآن علی ما نزلہ اللہ تعالیٰ وجمعه
 امیر المؤمنین الخ

(بخار الانوار، باب ما جاء فی کیفیت جمع القرآن، ۷۳/۸۹، ط: مؤسسة الوفاء، بیروت)

فصل :- مگر ہمارے ائمہ علیہم السلام سے یہ بات صحیح سند کے
 ساتھ منقول ہے کہ انہوں نے موجودہ قرآن کی تلاوت کرنے کا
 حکم دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ اس میں کوئی کمی زیادتی نہ کرو۔
 یہاں تک کہ قائم علیہ السلام نکل آئے۔ پھر وہ لوگوں کو اصلی
 حالت پر قرآن پڑھائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا
 تھا اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے جمع کیا تھا۔

ف: تو علامہ باقر مجلسی صاحب کی اس عبارت سے صاف ظہور پر
 معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن شیعوں نے باہر مجبوری اپنے ہاں رکھا ہوا ہے۔ لہذا کسی
 شیعہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہمیں یہ دعوت دے کہ آؤ اور ہمارے پاس موجودہ
 قرآن دیکھ لو۔

تحریف کی پانچویں قسم (سورتوں کی ترتیب الٹ پلٹ کر دی گئی)
 تحریف کی پانچویں قسم جو شیعوں کی کتابوں سے ثابت ہو رہی ہے وہ آیتوں
 کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب کا الٹ پلٹ ہونا ہے اور یہ تو شیعہ مذہب میں ایسی

کھلی بات ہے کہ جو تحریف کے منکر بن رہے ہیں وہ بھی تحریف کے اس قسم کا اعتراف
 رہے ہیں۔ لہذا تحریف کے اس قسم کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں،
 کیونکہ اس کا منکر ہی کوئی نہیں، لیکن آپ کی تسلی کے لئے ایک دو حوالے اس قسم کے بھی
 نقل کر دیتے ہیں۔

۱۔ چنانچہ علامہ نوری طبرسی "فصل الخطاب" میں چوتھی دلیل کے ضمن میں لکھتے ہیں:

كان لامير المؤمنين عليه السلام قرانا^(۱) مخصوصا
 جمعه بنفسه بعد وفاة النبي صلى الله عليه واله
 وعرضه على القوم فأعرضه عنه فحجبه عن اعينهم
 وكان عند ولده عليهم السلام يتوارثه امام عن امام
 كسائر خصائص الامامة وخزائن النبوة وهو
 عند الحجّة عجل الله فرجه، يظهره للناس بعد ظهوره
 ويأمرهم بقراءته وهو مخالف لهذا القرآن الموجود
 من حيث التأليف وترتيب السور والآيات بل
 الكلمات ايضا ومن جهة الزيادة والنقصان وحيث ان
 الحق مع علي عليه السلام وعلي مع الحق ففي
 القرآن الموجود تغيير من جهتين وهو المطلوب.

(فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب، الدلیل الرابع ص ۱۲۱)

(۱) "قران مخصوص" ہونا چاہیے کیونکہ "کان" کا اسم ہے۔

ترجمہ:- ”امیر المومنین علیہ السلام کا ایک قرآن مخصوص تھا جس کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد خود جمع کیا تھا اور اس کو صحابہ کے سامنے پیش کیا، مگر ان لوگوں نے توجہ نہ کی، لہذا اس کو انہوں نے لوگوں سے پوشیدہ کر دیا اور وہ قرآن ان کی اولاد کے پاس رہا۔ ایک امام سے دوسرے امام کو میراث میں ملتا رہا۔ مثل اور خصائص امامت اور خزانہ نبوت کے اور اب وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے، خدا ان کی مشکل، جلد آسان کرے۔ وہ اس قرآن کو اپنے ظاہر ہونے کے بعد نکالیں گے۔ لوگوں کو اس کی تلاوت کا حکم دیں گے اور وہ قرآن ان اس قرآن موجود کے خلاف ہے۔ سورتوں اور آیتوں بلکہ کلمات کی ترتیب میں بھی اور کمی بیشی کے لحاظ سے بھی۔ چونکہ حق علیؑ علیہ السلام کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہیں۔ لہذا اثبات ہو گیا کہ قرآن موجود ہے دونوں حیثیتوں سے تحریف ہے اور یہی (ہم شیعوں کا) مطلوب ہے۔“

ف: تو اس روایت سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن ان سورتوں اور آیتوں کو الٹ پلٹ کر کے تحریف کی گئی ہے۔

جناب علی عبیدی صاحب! (نعوذ باللہ) آپ کے جناب امیر اور ائمہ معصومین نے قرآن کا حق ادا کرنے میں انتہائی کمال اور دانائی کا مظاہرہ کیا کہ بجائے اس کے کہ ”بزم شام“ جو اصلی قرآن تھا، اس کو رائج کرتے اور اس کو دنیا میں پھیلاتے اور لوگوں کو اصلی قرآن کی تعلیم دیتے، اور کسی کو نہ سہی، کم از کم اپنے تبعین کو تو اصلی اور خالص قرآن دے دیتے، بلکہ انہوں نے اصلی کو چھپا ہی دیا۔

کیا شیعوں کے ائمہ معصومین کا اپنے قبضین پر بھی اعتماد نہیں تھا کہ ان کو بھی اصلی قرآن سے محروم رکھا؟

کیا اس بات کو عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس وقت سے لے کر قیامت کے قریب تک امت محمدیہ علی صاحبہا الف تحیہ و سلام کو اصلی قرآن سے محروم رکھا جائے؟
 اچھا اس بے عرصہ میں جو شیعہ مر گئے ہیں وہ تو یقیناً نقلی قرآن پر عمل کر گئے ہیں اس لیے
 دین پر زندگی گزار رہے ہیں اور آئندہ بھی تا قریب قیامت ایسا ہوگا تو ایسے لوگوں کا
 قیامت والے دن کیا حشر ہوگا، کیا نقلی دین ان سے قبول کیا جائے گا؟
 -۲- علماء باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں:

پس بخواند قرآن را بخوے کہ حق تعالیٰ بر حضرت رسول اللہ ﷺ
 نازل ساختہ بے آنکہ تغیر یافتہ باشد و تبدل یافتہ باشد چنانچہ در
 قرآن ہائے دیگر شد۔

(حق الیقین ... صفحہ ۳۵۸، ط: تہران ۱۳۵۴ھ)

ترجمہ: "پس امام مہدی قرآن کو اس طرح پڑھیں گے جس
 طرح کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا، بغیر
 اس کے کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل ہوا ہو، جیسا کہ دوسرے
 قرآنوں میں تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔"

علمائے شیعہ کے تینوں اقرا:

چونکہ شیعہ مذہب کا مقصد اصلی قرآن کو مشکوک بنانا اور اس پردہ میں دین
 اسلام کو مٹانا تھا، اس لئے بڑے اہتمام سے علمائے شیعہ نے تحریف قرآن کی دو ہزار

سے زائد روایتیں ائمہ کے نام سے تصنیف کیں اور ان روایتوں کو ذیل کے تینوں اقراروں سے مزین کیا۔ بے چاروں کو کیا خبر تھی کہ ہماری سب کوشش خاک میں مل جائے گی اور قرآن شریف کی روشنی اسی طرح قائم رہے گی۔

شیعوں کے تینوں اقرار ملاحظہ کیجئے۔

پہلا اقرار:- یہ کہ تحریف قرآن کی روایات کثیر اور متواتر ہیں۔

دوسرا اقرار:- یہ کہ یہ متواتر روایات تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی

ہیں۔

تیسرا اقرار:- یہ کہ ان روایات کے مطابق شیعہ تحریف قرآن کا عقیدہ یہی

رکھتے ہیں۔

ذیل میں ان تینوں اقراروں کے حوالے ملاحظہ فرمائیے۔

۱- علامہ نوری طبری "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" میں لکھتے ہیں:

قال السيد المحدث الجزائري في الأنوار

مامعناه ان الاصحاب قد اطبقوا على صحة الأخبار

المستفيضة بل المتواترة الدالة بصريحتها على وقوع

التحريف في القرآن كلا ما ومادة واعرابا والتصديق بها

(فصل الخطاب، ص ۳۱).

ترجمہ:- سید محدث جزائری نے کتاب انوار میں لکھا ہے، جس

کے معنی یہ ہیں کہ اصحاب امامیہ نے اتفاق کیا ہے ان روایات

مشہورہ بلکہ متواترہ کی صحت پر جو صراحتاً قرآن کے محرف

ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ تحریف قرآن کلام میں بھی ہے،
 مادہ میں بھی، اعراب میں بھی۔ اور اتفاق کیا ہے ان روایات کی
 تصدیق پر۔

۲۔ اسی ”فصل الخطاب“ میں علاوہ محدث جزائری کے اپنے دوسرے علماء سے
 بھی روایات تحریف کا متواتر ہونا نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وهي كثيرة جدا قال السيد نعمت الله الجزائري في
 بعض مؤلفاته كما حكى عنه أن الاخبار الدالة على
 ذلك تزيد على ألفي حديث وادعى استفاضتها
 جماعة كالمفيد والمحقق الداماد والعلامة
 المجلسي وغيرهم بل الشيخ أيضا صرح في التبيان
 بكثرتها بل ادعى تواترها جماعة يأتي ذكرهم.

(فصل الخطاب، ص ۲۵۱، الدليل الثاني عشر)

ترجمہ:- روایات تحریف قرآن یقیناً بہت ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمت
 اللہ جزائری نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے، جیسا کہ ان
 سے نقل کیا گیا ہے کہ جو حدیثیں تحریف پر دلالت کرتی ہیں وہ دو
 ہزار احادیث سے زیادہ ہیں اور ایک جماعت نے ان کے
 مستفیض یعنی مشہور ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسے مفید اور محقق
 داماد اور علامہ مجلسی وغیرہم، بلکہ شیخ طوسی نے بھی تبیان میں تصریح
 کی ہے کہ یہ روایات بکثرت ہیں۔ بلکہ ایک جماعت محدثین

نے ان روایتوں کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔

پھر چند سطور کے بعد لکھا ہے:

۳- واعلم ان تلك الاخبار منقولة من الكتب
المعتبرة التي عليها معول اصحابنا في البات
الاحكام الشرعية والاثار النبوية

(فصل الخطاب، ص ۲۵۱۶)

ترجمہ:- جاننا چاہئے کہ یہ حدیثیں تحریف کی ان معتبر کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، جن پر ہمارے اصحاب کا اعتماد ہے۔ احکام شرعیہ کے ثابت کرنے اور آثار نبویہ کے نقل کرنے میں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

۴- الاخبار الكثيرة المعتمدة الصريحة في وقوع
السقط ودخول النقصان في الموجود من القرآن
زيادة على ما مر في ضمن الأدلة السابقة وأنه اقل من
تمام ما نزل إعجازا على قلب سيد الانس والجان من
غير اختصاصها بأية أو سورة وهي متفرقة في الكتب
المتفرقة التي عليها المعول عند الأصحاب جمعت
ما عثرت عليها في هذا الباب

(فصل الخطاب، الدليل الحادى عشر، ص ۲۳۵)

ترجمہ:- بہت سی حدیثیں جو معتبر ہیں اور قرآن موجود میں کمی اور

نقصان پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں علاوہ ان احادیث کے جو
دلائل سابقہ کے ضمن میں بیان ہو چکیں، اور یہ روایات اس بات
پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن مقدس نزول سے بہت کم ہے اور
یہ کمی کسی آیت یا کسی سورت کے ساتھ مخصوص نہیں، اور یہ
حدیثیں ان کتب متفرقہ میں پھیلی ہوئی ہیں، جن پر ہمارے
مذہب کا اعتماد اور اہل مذہب کا ان کی طرف رجوع ہے۔ میں
نے وہ سب حدیثیں جمع کر دی ہیں جو میری نظر سے گزریں۔

پھر صاحب فصل الخطاب نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے اور آخر کتاب میں
ان تمام محدثین کے نام لکھے ہیں، جنہوں نے روایات تحریف کو متواتر کیا ہے۔
ذیل میں بطور نمونہ ان کے کچھ نام اور تحریف قرآن کے بارے میں ان کے
خاص خاص جملے نقل کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ نوری طبری لکھتے ہیں:

۵- وبلوغ ما ذکرناہ ونقلناہ من اول المقدمات
الی هنا الی ازید من حد التواتر کما لایخفی علی
المنصف مع عدم عشورنا علی کثیر من کتب
الأخبار وقد ادعی تواتره جماعة

(فصل الخطاب، ص ۲۵۲)

ترجمہ:- اور مقدمات کے شروع سے لے کر یہاں تک جو کچھ
روایتیں ہم نے ذکر کی ہیں وہ حد تواتر سے زیادہ ہیں۔ جیسا کہ
کسی منصف مزاج پر یہ مخفی نہیں ہے۔ باوجودیکہ ہم بہت ساری

کتب حدیث پر مطوع نہیں ہوئے اور تحقیق ایک بڑی جماعت نے ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۶- منہم المولیٰ محمد صالح فی شرح الکافی

حیث قال.....

واسقاط بعض القرآن وتحریفہ ثبت من طرفنا
بالتواتر معنی کما یظہر لمن تأمل فی کتب
الاحادیث من اولہا الی اخرہا. (ص ۳۵۲)

ترجمہ:- روایات تحریف کو متواتر کہنے والی جماعت میں سے ایک مولیٰ محمد صالح ہیں۔ وہ اپنی کتاب ”شرح الکافی“ میں بیان کرتے ہیں:

..... اور بعض قرآن کا ساقط کرنا اور اس میں تحریف کرنا ہماری
سندوں سے تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہے اور یہ ہر اس شخص پر
ظاہر ہوتا ہے جو اول سے آخر تک کتب حدیث میں غور کرے۔

ومنہم الفاضل قاضی القضاة علی بن عبدالعالی علی
ما حکى عنه السید فی شرح الوافیة.....

ترجمہ: اور انہی میں سے ایک فاضل قاضی القضاة علی بن
عبدالعالی ہیں۔

ومنہم الشیخ المحدث الجلیل الشیخ ابو الحسن
الشریف فی مقدمات تفسیرہ.

ترجمہ:- اور اسی جماعت میں سے ایک شیخ محدث الجلیل شیخ ابوالحسن شریف ہیں۔ جنہوں نے اپنی تفسیر کے مقدمات میں روایات تحریف کو متواتر کہا ہے۔

۷- ومنهم العلامة المجلسي قال في مرآة العقول..... مالفظه والأخبار من طرق الخاصة والعامّة في النقص والتغيير متواترة.

ترجمہ:- ”اور اس جماعت میں سے ایک علامہ محمد باقر مجلسی ہیں۔ وہ اپنی کتاب ”مرآة العقول“ میں فرماتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: ”اور قرآن کے ناقص و متغیر ہونے کے بارے میں عام اور خاص سندوں سے جو احادیث مروی ہیں، وہ متواتر ہیں۔“

آگے لکھتے ہیں:

۸- وبخطه ره على هامش نسخة صحيحة من الكافي..... في آخر كتاب فضل القرآن عند قول الصادق القرآن الذي جاء به جبرئيل على محمد صلى الله عليه وآله سبعة عشر الف اية مالفظه لا يخفى ان هذا الخبر وكثيرا من الاخبار الصحيحة صريحة في نقص القرآن وتغييره.

ترجمہ:- کافی کے ایک صحیح نسخے کے حاشیہ پر..... کتاب فضل القرآن کے آخر میں انہی (علامہ یاقر مجلسی) کے خط سے لکھا ہوا

ہے..... جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

”یہ بات مخفی نہیں کہ یہ روایت اور بہت ساری صحیح روایتیں صراحتاً

قرآن میں کی اور رد و بدل واقع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔“

ان کی عبارت کا درج ذیل فقرہ قابل دید ہے:

۹- وعندی ان الأخبار فی هذا الباب متواترة

معنی ہو طرح جميعها یوجب رفع الاعتماد عن

الأخبار وأسابل ظنی ان الأخبار فی هذا الباب

لا یقصر عن اخبار الإمامة فكيف یشتونها بالخبر

(فصل الخطاب، ص ۳۵۲، ۳۵۱)

ترجمہ:- میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں معناً

متواتر ہیں، اور ان سب روایتوں کو ترک کر دینے سے ہمارے

تمام فن حدیث کا اعتبار جاتا رہے گا بلکہ میرا علم یہ ہے کہ تحریف

قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایتوں سے کم نہیں ہیں۔ لہذا

اگر تحریف قرآن کی روایتوں کا اعتبار نہ ہو تو مسئلہ امامت بھی

روایتوں سے ثابت نہ ہو سکے گا۔“

ومنهم السيد المحدث الجزائري..... ومنهم

المولى محمد تقى المجلسى

ترجمہ:- ”روایات تحریف کو متواتر قرار دینے والی جماعت میں

سے ایک سید محدث الجزائری ہیں اور انہی میں سے ”مولی محمد تقی

انجلیسی "ہیں۔"

ومنہم الامیرزا علاء الدین کلستانہ شارح النهج فی

الطعن السابع من مطاعن عثمان

ترجمہ: اور انہی میں سے ایک امیرزا علاء الدین ہیں۔

علامہ نوری طبرسی روایات تحریف پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے

ہیں:

۱۰ - ان ناقلها فی الکتب ثقة الاسلام الکلبینی

وشیخہ علی بن ابراہیم وتلمیذہ النعمانی والکشی

وشیخہ العیاشی والصفار وفرات بن ابراہیم

والشیخ الطبرسی صاحب الاحتجاج وابن شهر

اشوب والثقة النقة محمد بن العباس الماہیار

واضرابہم وهؤلاء اجل من ان يتوهم فیہم سؤفی

العقیدة وضعف فی المذہب وفتور فی الدین وعلیہم

تدرر وحی الآثار الأئمة الأطہار بل ای محدث لم

یشرب من انائہم وای فقیہ لم ینزل رحلہ بفنائہم وای

مفسر غیر دی وای استغنی عن اقتطاف جنائہم

(فصل الخطاب، ص ۳۵۱)

ترجمہ: بے شک تحریف قرآن کی روایات کو کتابوں میں نقل

کرنے والے ثقہ الاسلام کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم
 اور ان کے شاگرد نعمانی اور کشی اور ان کے استاد العیاشی اور صفار
 اور فرات بن ابراہیم اور شیخ طبری صاحب الاحتجاج اور ابن شہر
 شوب اور ثقہ ثقہ محمد بن العباس المصعب اور ان جیسے اور علماء
 ہیں اور یہ حضرات بہت دور ہیں اس بات سے کہ ان کے بارے
 میں سوء عقیدہ کا اور مذہب میں کمزور ہونے کا اور دین میں ناقص
 ہونے کا خیال کیا جائے اور انہی حضرات پر ائمہ طاہرین کے
 احادیث کی چکی گھومتی ہے، بلکہ کونسا محدث ایسا ہے جس نے ان
 کے برتن سے نہ پیا ہو اور کونسا فقیہ ایسا ہے جس نے اپنی سواری
 ان کے صحن میں نہ ٹھہرائی ہو اور کونسا مفسر ایسا ہے جو ان کے
 فیوضات چننے سے مستغنی ہے۔“

(یعنی مذکورہ حضرات ایسے ہیں کہ ہر محدث اور ہر فقیہ اور ہر مفسر ان کا محتاج ہے۔)
 ۱۱۔ علامہ محسن کاشی تفسیر صافی کے دیباچہ میں تحریف کی (نجس) روایات نقل
 کر کے لکھتے ہیں:

المستفاد من مجموع هذه الاخبار وغيره من
 الروایات من طریق اهل البيت عليهم السلام ان
 القرآن الذي بين اظهرونا ليس بتمامه كما انزل على
 محمد صلى الله عليه وآله بل منه ما هو خلاف ما
 انزل الله ومنه ما هو مغير ومحرف وانه قد حذف

منه اشياء كثيرة منها اسم علي في كثير من المواضع
ومنها غير ذلك وأنه ليس ايضا على الترتيب المرضي
عند الله وعند رسوله وبه قال علي بن ابراهيم.

(تفسير الصافي، المقدمة السادسة..... ۱۰/۳۹۱)

(تنبیه الحائرین، ص ۳۶)

ترجمہ: ”ان تمام حدیثوں کا اور ان کے علاوہ جس قدر حدیثیں
اہل بیت علیہم السلام کی سند سے نقل کی گئی ہیں ان کا مطلب یہ
ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان میں ہے وہ پورا جیسا کہ محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا تھا نہیں ہے، بلکہ اس میں کچھ اللہ کے
نازل کئے ہوئے کے خلاف ہے اور کچھ مغیر و محرف ہے، اور
یقیناً اس میں سے بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئی ہیں۔ جیسے علی کا
نام بہت سے مقامات سے، علاوہ اس کے ان روایات سے یہ
بھی معلوم ہوا کہ اس قرآن کی ترتیب بھی خدا اور اس کے رسول
کی پسند کی ہوئی ترتیب نہیں ہے، انہیں سب باتوں کے قائل
ہیں علی بن ابراہیم قتی۔“

۱۴- دور آخر کے شیعہ مجتہد اعظم مولوی دلدار علی صاحب اور امام الشیعہ حامد حسین
صاحب لکھنوی کے بھی اس بارے میں بہت عمدہ اقوال ہیں جو ان کی تصنیفات ”عماد
الاسلام“ اور ”استقصاء الافہام“ وغیرہ میں موجود ہیں۔ ہم نے تطویل کے خوف سے
ان کو ترک کر دیا ہے۔

عبارات منقولہ بالا سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے:

(۱) تحریف قرآن کی روایتیں شیعوں کی ان اعلیٰ ترین اور معتبر کتابوں میں

ہیں۔ جن پر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے۔

(۲) روایات تحریف قرآن کے ناقلمین شیعوں کے وہ بڑے علماء ہیں کہ ہر

محدث اور ہر فقیہ اور ہر مفسر ان کا محتاج ہے اور کوئی بھی ان کے فیوض سے مستغنی نہیں ہے۔

(۳) روایات تحریف کثیر و مستفیض (مشہور) بلکہ متواتر ہیں۔

(۴) روایات تحریف رد کردی جائیں تو شیعوں کا فن حدیث بیکار رہے

اعتبار ہو جائے۔

(۵) تحریف قرآن کی روایتیں کتب شیعہ میں دو ہزار سے زیادہ ہیں۔

(۶) تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایات سے کم نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ میں جس درجہ ضروری مسئلہ امامت ہے۔ اسی درجہ تحریف

قرآن کا عقیدہ بھی ضروری ہے۔ حضرت علیؑ اور دوسرے ائمہ کی امامت کا ماننا جیسے

فرض ہے۔ اسی درجہ کا فرض قرآن کو محرف ماننا بھی ہے۔ جو شخص قرآن کو محرف نہ

مانے وہ از روئے مذہب شیعہ ویسا ہی گناہگار و بددین اور مذہب شیعہ سے خارج ہوگا

جیسا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا منکر۔

(۷) یہ روایات قرآن کے محرف ہونے اور پانچوں قسم کی تحریف سے محرف

ہونے پر ایسی صاف اور واضح دلالت کرتی ہیں کہ اس میں شک نہیں ہو سکتا اور نہ ان کی

کوئی معقول توجیہ و تاویل ہو سکتی ہے۔

ان عبارات میں دو اقرار تو بالکل واضح ہیں۔ یعنی روایات کے کثیر

ومتواتر ہونے کا اور ان روایات کا تحریف پر صریح دلالت کرنے کا، تیسرا اقرار یہی ہے کہ ان روایات کے مطابق شیعوں کا تحریف کا عقیدہ بھی ہے۔ اس درجہ کا واضح نہیں ہے لہذا اس کے لئے مزید عبارات اور حوالہ جات کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

۱۔ علامہ محسن کاشی "تفسیر ماضی" کے مقدمہ سادسہ میں لکھتے ہیں:

و اما اعتقاد مشائخنا رحمہم اللہ فی ذلک فالظاهر

من ثقة الاسلام محمد بن یعقوب الكلینی طاب ثراہ

أنہ كان يعتقد التحریف والنقصان فی القرآن، لانه

روى روایات فی هذا المعنی فی کتابه الكافی، ولم

يتعرض لفتح فیہا، مع انه ذكر فی اول الكتاب انه

كان یثق بما رواه فیہ، وكذلك استاذہ علی بن

ابراہیم القمی، فان تفسیرہ مملوء منه وله غلوفیہ،

وكذلك الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی قدس

سره، فانه نسج علی منوالہما فی کتاب الاحتجاج

(تفسیر صفائی، مقدمہ سادسہ صفحہ ۲۵ جلد ۱ طبع بیروت)

ترجمہ:- "رہا ہمارے بزرگوں کا اعتقاد اس بارے میں، سو ظاہر یہ

ہے کہ ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی قرآن کی تحریف و نقصان

کے معتقد تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس مضمون کی بہت روایتیں اپنی

کتاب کافی میں نقل کی ہیں اور ان روایتوں پر کوئی جرح نہیں کی،

باوجودیکہ انہوں نے آغاز کتاب میں لکھ دیا ہے کہ جتنی روایتیں

اس کتاب میں ہے ان پر مجھے وثوق ہے اور اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کہ ان کی تفسیر بھی روایات شریف سے پر ہے اور ان کو اس عقیدہ میں غلو ہے۔ اور اسی طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی کہ وہ بھی کتاب احتجاج میں انہیں دونوں کے طرز پر چلے ہیں۔“

۲۔ سید ابوالحسن شریف تفسیر مرآة الانوار میں (جو مقدمہ تفسیر البرہان کی حیثیت سے شائع ہوئی ہے) ”فصل رابع“ میں مذکورہ بالا عبارت لکھنے کے بعد یہ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ووافق القمی والکلینی جماعة من اصحابنا
المفسرین، کالعیاشی، والنعمانی، وفرات بن ابراہیم
وغیرہم، وهو مذهب اکثر محققى محدثى
المتأخرین، وقول الشيخ الأجل احمد بن ابی طالب
الطبرسی كما ینادی به کتابه الاحتجاج وقد نصره شیخنا
العلامة بانقر علوم اهل البيت وخدام اخبارهم فی کتابه
بحار الانوار، وبسط الکلام فیہ بما لا مزید علیہ وعندی
فی وضوح صحة هذا القول بعد تتبع الأخبار وتفحص
الأثار بحيث یمکن الحکم بكونه من ضروریات مذهب
التشیع وأنه من اکثر مفاصد غصب الخلافة

(مقدمہ تفسیر البرہان، مقدمہ ثالثہ، الفصل الرابع، ص ۳۷)

ترجمہ:- ”اور علی بن ابراہیم قمی اور محمد بن یعقوب کلینی کی موافقت کی ہے ہمارے شیعہ مفسرین کی ایک جماعت نے جیسے عیاشی، محمد بن ابراہیم النعمانی، فرات بن ابراہیم وغیرہم۔ اور یہی مذہب ہے اکثر متاخرین، محققین، محدثین کا، اور یہی قول ہے شیخ اجل احمد بن ابی طالب طبرسی کا، جیسا کہ ان کی کتاب ”الاحتجاج“ اس کا اعلان کر رہی ہے۔ اور اسی کی تائید کی ہے ہمارے شیخ علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب ”بحار الانوار“ میں۔ اور اس میں کھل کر کلام کیا ہے۔ جس پر اضا نے کے گنجائش نہیں اور میرے نزدیک ائمہ کی احادیث کے تتبع و تلاش اور آثار کی چھان بین کے بعد اس قول کا صحیح ہونا یہاں تک واضح ہے کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ ”عقیدہ تحریف مذہب تشیع کے ضروریات میں سے ہے“ اور غصب خلافت کا سب سے بدترین نتیجہ تحریف قرآن ہے۔“

۳۔ علامہ نوری طبرسی نے ”فصل الخطاب“ کے مقدمہ ثالثہ میں صفحہ نمبر ۲۵

سے لے کر صفحہ نمبر ۳۲ تک ان کبار علماء شیعہ کی پوری فہرست لکھ دی ہے جو قرآن کے تحریف ہونے کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ مدعی ہیں۔ وہ فہرست مختصراً پیش خدمت ہے۔

۱۔ شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی کلینی کے استاد، انہوں نے اپنی تفسیر کے شروع

میں تحریف قرآن کی تصریح کی ہے اور اپنی تفسیر روایات تحریف سے بھر دی ہے اور ساتھ ہی اپنی تفسیر کے شروع میں انہوں نے یہ پابندی ظاہر کی ہے کہ وہی روایتیں ذکر

کروں گا جو میرے اساتذہ اور معتبر لوگوں نے روایت کی ہیں۔

۲۔ ثقہ الاسلام کلینی انہوں نے بہت ساری صریح روایات کافی کی کتاب الحجہ میں اور روضہ میں نقل کی ہیں اور ان روایات کو نہ رد کیا نہ ان کی کچھ تاویل کی۔

۳۔ ثقہ الجلیل محمد بن حسن الصفار (مصنف کتاب البصائر)

۴۔ صریح ثقہ محمد بن ابراہیم النعمانی کلینی کے شاگرد ہیں (مصنف کتاب العیاش)

۵۔ ثقہ الجلیل سعد بن عبداللہ تہمی جنہوں نے اپنی کتاب ناسخ و منسوخ

میں ایک باب تحریف قرآن کا بھی قائم کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ نجاشی نے بحار کے انیسویں مجلد میں اس کی تصریح کی ہے۔

۶۔ السید علی بن احمد الکوئی (مصنف کتاب بدیع الحدیث)

۷۔ اجلہ المفسرین و المعتصم الشیخ الجلیل محمد بن مسعود العیراشی (مصنف تفسیر عیاش)

۸۔ الشیخ فرات بن ابراہیم الکوئی۔

۹۔ ثقہ ثقہ محمد بن عباس الماھیار۔

۱۰۔ شیخ المعتمدین متقدم النویسین ابوہل اسعیل بن علی بن اسحاق بن سہل بن

نویخت مصنف کتب کثیرہ۔

۱۱۔ اسحاق الکاتب جنہوں نے امام مہدی کو دیکھا ہے۔

۱۲۔ رئیس الطائفہ جس کے معصوم ہونے کا اکثر یا بعض لوگ قائل ہیں۔

ابوالقاسم حسین بن روح بن ابی بکر نویختی جو شیعوں کے اور امام مہدی کے درمیان تیسرے سفیر تھے۔

۱۳۔ العالم الفاضل المعتمد حاجب بن الیث بن السراج۔

۱۳۔ الشیخ الجلیل الثقة الاقدم فضل بن شاذان (مصنف کتاب الايضاح)

۱۵۔ من القدماء الشیخ الجلیل محمد بن الحسن الشیبانی (غیر صاحب ابی حنیفہ

صاحب تفسیر نہج البیان عن کشف معانی القرآن۔

۱۶۔ الشیخ الثقة احمد بن محمد بن خالد برقی، مصنف کتاب المحاسن۔ محقق طوسی نے فہرست

میں اور کئی نے اپنے اسماء الرجال میں ان کی تصانیف میں کتاب التحریف کو شمار کیا ہے۔

۱۷۔ الثقة محمد بن خالد جو سابق الذکر شیخ کے والد تھے۔

۱۸۔ الشیخ الثقة علی بن الحسن بن فضال جن سے کوئی غلطی علم حدیث میں ظاہر

نہیں ہوئی۔

۱۹۔ محمد بن الحسن الصیرفی، مصنف کتاب التحریف والتبديل۔

۲۰۔ احمد بن محمد سیار، مصنف کتاب القراءات۔

۲۱۔ الشیخ حسن بن سلیمان الحلی تلمیذ الشہید۔

۲۲۔ الثقة الجلیل محمد بن عباس بن علی بن مروان ماہیار المعروف بابن حجام۔

۲۳۔ ابو طاہر عبد الواحد بن عمر القمی۔

۲۴۔ محمد بن علی بن شہر آشوب۔ انہوں نے اپنے مذہب کا اظہار ذہبی

کتاب، کتاب المناقب اور کتاب المثالب میں کیا ہے۔

۲۵۔ شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی جنہوں نے تحریف قرآن کے متعلق دس

حدیثوں سے زیادہ روایت کی ہیں۔

۲۶۔ الفاضل الشیخ یحییٰ تلمیذ الکرکی، انہوں نے "کتاب الامامة" میں یہ

عموی کیا ہے کہ اہل قبلہ میں سے ہر خاص و عام کا اس پر اجماع ہے کہ موجودہ قرآن

تاکمیل ہے اور اس کا بعض حصہ ضائع ہو گیا ہے۔

اس کے بعد مصنف فصل الخطاب لکھتے ہیں:

وهو مذهب جمهور المحدثين الذين عثرونا على كلماتهم
ترجمہ:- اور یہی مذہب ہے ان جمہور محدثین کا جن کے کلمات
سے ہم کو اطلاع ہوئی۔

۲۷۔ اور مولیٰ محمد صالح سی۔

۲۸۔ ۲۹۔ مجلسین (علامہ باقر مجلسی اور علامہ تقی مجلسی)

۳۰۔ الفاضل السید علی خان۔

۳۱۔ مولیٰ مہدی الزاتی۔

۳۲۔ الاستاد الاکبر البہبہانی۔

۳۳۔ المحقق قمی۔

۳۴۔ شیخ ابوالحسن الشریف، ہمارے شیخ صاحب الجواہر کے دادا ہیں اور

انہوں نے عقیدہ تحریف کو اپنی تفسیر مرآة الانوار میں شیعہ مذہب کی ضروریات میں
سے قرار دیا ہے۔

۳۵۔ الشیخ علی بن محمد المقابی، صاحب مشرق الانوار۔

۳۶۔ السید الجلیل علی بن طاؤس، صاحب فلاح السائل وسعد السعوی۔

۳۷۔ شیخ محقق الانصاری قدس سرہ۔

۳۸۔ الشیخ الاعظم محمد بن محمد بن نعمان الحمفید (جن کو جناب علی عبدی

صاحب نے رجماً بالغیب کرتے ہوئے منکرین تحریف کی فہرست میں ذکر کیا ہے)۔

(فصل الخطاب، المقدمة الثالث، صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۳۳)

یہ چند حوالے تھے جو جناب کو عالم تشیع کی تاریخ سے آگاہ کرنے کے لئے لکھ دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ جناب نے بڑی دلیری سے عالم تشیع کی تاریخ دیکھنے کے لئے لکارا ہے اور بڑی اہمت سے حسب ذیل دعویٰ کیا ہے۔

”عالم تشیع کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ شیعوں میں مذہبی حیثیت سے کسی دور میں نہ تحریف قرآن کا عقیدہ تھا اور نہ آج ہے۔ ہم تو قرآن کریم کے ”ب“ کے نقطے تک کو نہیں چھوڑ سکتے۔ دو چار افراد اگر کسی قسم کا تصور رکھتے ہیں تو وہ ان کا ذاتی نظریہ ہے۔ جسے مذہبی عقیدہ کا نام نہیں دیا جاسکتا ہے۔“

مزید لکھتے ہیں:

..... اس کے باوجود شیعہ پر تحریف قرآن کا الزام لگانا پرلے درجے کی حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔ حسب ذیل علماء شیعہ نے انکار تحریف کیا ہے۔

پھر ”۱۳“ نام گنوائے ہیں۔ جن میں صرف چار متقدمین میں سے ہیں۔ باقی سارے قریب کے دور کے ہیں۔

لیکن جو بھی منصف مزاج آدمی کتب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات اور کبار علماء شیعہ کی مذکورہ تصریحات و اعترافات کو بغور ملاحظہ کرے گا تو یقیناً وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ واقعی عقیدہ تحریف شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور یہ دو چار افراد کا ذاتی تصور اور نظریہ نہیں بلکہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہے اور یہ شیعوں پر الزام نہیں بلکہ شیعوں کے اعترافات و اقرارات سے مزین ہے اور

یہ شیعوں پر الزام لگا کر پرلے درجے کی حماقت نہیں، بلکہ یہ عین عقلمندی اور عین صداقت کے سوا کچھ نہیں۔

جناب علی عبدی کے دعویٰ کا علمی جائزہ:

جناب اپنے مدعی میں لکھتے ہیں کہ:

”حسب ذیل علماء شیعہ نے انکار تحریف کیا ہے۔“

پہلی بات تو یہ قابل غور ہے کہ ”انکار“ کب ہوتا ہے؟ تو جناب کو خوب سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس سے پہلے کسی اور نے اسی چیز کے اثبات کا دعویٰ کیا ہوتا ہے، کیونکہ جس چیز کا وجود ہی نہ ہو، تو اس سے انکار کرنا چہ معنی دارد؟ تو جناب علی عبدی صاحب کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں میں کچھ ہستیاں ایسی گذری ہیں جنہوں نے تحریف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ جس سے انکار تحریف کی نوبت آگئی، کیونکہ اس کے بغیر انکار کرنے کا کوئی معنی نہیں بن سکتا۔ پھر علی عبدی صاحب نے صرف گنتی کے ۱۳ نام ذکر کئے ہیں کہ انہوں نے انکار تحریف کیا ہے اور بد قسمتی سے ان ۱۳ میں سے بھی بعض ایسے ہیں جو تحریف قرآن کی قائل ہیں، جیسا کہ سابقہ حوالوں سے معلوم ہو چکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا شیعوں میں قابل ذکر علماء صرف یہ چند ہی ہیں؟ بطور حجت اپنے اکابرین علماء شیعہ یعنی علی بن ابراہیم قمی اور کلینی اور علامہ مجلسی وغیرہم کا نام کیوں ذکر نہیں کئے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ کچھ اور ہے جو چھپایا جا رہا ہے اور شیعوں کے اصلی چہرے کی ستر پوشی ہو رہی ہے۔

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

شیعہ حضرات کا اصلی چہرہ:

مذکورہ حوالہ جات اور شیعہ حضرات کے اعترافات کو نقل کرنے کے بعد اس مسئلہ میں مزید کسی وضاحت کی ضرورت تو نہیں، لیکن پھر بھی جناب علی عبدی صاحب کے اطمینان خاطر کے لئے کچھ وضاحت کرنا بے جا نہ ہوگا۔

پس حقیقت یہی ہے کہ تمام شیعہ محدثین اور شیعہ مذہب کے بڑے بڑے اکابر سب تحریف قرآن کے قائل ہیں نہ کوئی شیعہ تحریف قرآن کا منکر ہو انہوں نے ہر متقدمین شیعوں میں گنتی کے صرف چار آدمی ازراہ تقیہ قرآن کے تحریف کے منکر ہو گئے ہیں۔

(۱) شریف مرتضیٰ (۲) شیخ صدوق (۳) ابو جعفر طوسی (۴) شیخ ابو علی طبرسی

مصنف تفسیر نہج البلاغ۔ جیسا کہ آپ نے بھی ان کے نام ذکر کئے ہیں۔

جب کبھی شیعوں کو سنیوں کے مقابلہ میں ضرورت پیش آتی ہے یا اپنے مسلمان ہونے کا ہوس خام پیدا ہوتی ہے تو صرف انہیں چار میں سے کسی نہ کسی کا قول پیش کر دیتے ہیں اور بڑی صفائی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اوپر بالکل بے جا الزام ہے۔ ہم تو تحریف قرآن کے قائل ہی نہیں، چنانچہ علی عبدی صاحب نے بھی اپنے منسلک رسالہ میں یہی کارروائی کی ہے۔ تاواقف شخص بے شک اس کارروائی سے دھوکہ کھا جاتا ہے، مگر جو لوگ مذہب شیعہ سے واقف ہیں ان کے سامنے یہ کارروائی نہیں چل سکتی۔

شیعوں کے اکابرین میں سے ان چار حضرات نے ازراہ تقیہ تحریف قرآن کا انکار تو کر دیا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایک ایسے کام کا ارادہ کیا جس میں کامیابی

محال تھی۔ وہ اپنے قول کے لئے کوئی دلیل مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق نہ پیش کر سکے۔ نہ اپنی تائید میں کوئی روایت آئمہ معصومین کی لاسکے۔ نہ روایات تحریف کا کوئی جواب دے سکے۔ بلکہ انکار کی دھن میں وہ باتیں لکھ گئے جو ان کے مذہب کے لئے سم قاتل تھیں اور وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ کیونکہ قرآن پر ایمان ہونے کا دعویٰ مذہب شیعہ کی بیخ کنی کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

ان چار کے سوا قدمائے شیعہ میں کسی اور نے ازراہ تقیہ بھی تحریف قرآن کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ فصل الخطاب ص ۳۳ میں ہے:

الثانی عدم وقوع التفسیر والنقصان فیہ وان جمیع
مانزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ہو الموجود
بایدی الناس فیما بین الدفتین والیہ ذہب الصدوق فی
عقائده والسید المرتضیٰ والشیخ الطائفة فی التبیان
ولم یعرف من القدماء موافق لهم.....

(فصل الخطاب، المقدمة الثالث، ص ۳۲)

ترجمہ:- دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن میں تحریف اور کمی نہیں ہوئی اور یہ کہ جس قدر قرآن رسول خدا ﷺ پر نازل ہوا، وہ لوگوں کے ہاتھوں میں اور دفتیوں کے بیچ میں موجود ہے اور اسی طرف گئے ہیں۔ صدوق اپنی کتاب ”عقائد“ میں اور سید مرتضیٰ اور شیخ الطائفہ (ابو جعفر طوسی) تبیان میں اور محققین میں کوئی ان کا موافق معلوم نہیں ہوا۔

ف: لیجئے جناب یہ آپ کے اپنے گھر کے آدمی کی تحقیق ہے۔ یعنی کہ شیعہ مذہب کی تاریخ میں ان چار کے سوا اور کسی کا نام نہیں ملتا جس نے ان کی موافقت کرتے ہوئے تحریف قرآن سے انکار کیا ہو۔ بلکہ سب کے سب تحریف قرآن پر مجتمع ہوئے ہیں۔

نیز اسی کتاب میں علامہ نوری طبرسی مزید لکھتے ہیں:

والی طبقته (ای المرتضیٰ) لم يعرف الخلاف
صریحا الا من هذه المشائخ الاربعة .

(فصل الخطاب، المقدمة الثالثه، ص ۲۵)

ترجمہ:- شریف مرتضیٰ کے طبقہ تک مسئلہ تحریف قرآن کی صراحتاً مخالفت سوا ان چار بزرگوں کے اور کسی سے معلوم نہیں ہوئی۔

ف: جناب علی عبدی صاحب کیا آپ کے اپنے بڑوں کی تحقیق سامنے آنے کے بعد اور عالم تشیع کی تاریخ ملاحظہ کرنے کے بعد بھی اس بات کا یقین گنجائش باقی رہتی ہے کہ آپ یہ دعویٰ کریں کہ ”عالم تشیع کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ شیعوں میں مذہبی حیثیت سے کسی دور میں نہ تحریف قرآن کا عقیدہ تھا اور نہ آج ہے۔“ اور کیا اب بھی یہ کہنا مناسب ہے کہ ”شیعوں پر تحریف کا الزام لگانا پرلے درجے کی حماقت کے سوا اور کچھ نہیں؟“ فتوبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً

انکار تحریف ازراہ تقیہ ہونے کے روشن دلائل

ان چار علماء شیعہ کا تحریف قرآن کا انکار ازراہ تقیہ ہونے کے روشن دلائل

تمین ہیں۔

اول یہ کہ انہوں نے اپنی سند میں کوئی حدیث امام معصوم کی اپنی تائید کے لئے پیش نہیں کی اور نہ پیش کر سکتے تھے اور نہ تحریف پر دلالت کرنے والی زائد از دو ہزار احادیث ائمہ کا جواب دیتے، لہذا معلوم ہوا کہ یہ انکار اصلی عقیدہ نہ تھا۔

دوم یہ کہ وہ قائلین تحریف کو کافر کیا معنی گمراہ بھی نہیں کہتے۔ اگر واقعی ان چاروں کا اصلی عقیدہ یہی ہوتا جو وہ زبان سے کہہ رہے ہیں تو قرآن پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں سمجھتے اور قائلین تحریف کو ہم اہل سنت کی طرح کافر بلکہ بڑا کافر کہتے۔

سوم یہ کہ یہ چاروں حضرات جب قرآن شریف کے محفوظ ہونے کو ثابت کرتے ہیں تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مساعی جمیلہ اور ان کی سیرت دینی اور قوت ایمانی سے ثابت کرتے ہیں۔ بھلا اگر انہوں نے تقیہ نہ کیا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان اوصاف کا اقرار کرتے؟ کیا اگر کوئی مرزائی کہے کہ میں ہرگز غلام احمد کو نہ نبی مانتا ہوں نہ مجدد تو اس کا یہ قول صحیح سمجھا جاسکتا ہے؟ یا کوئی خارجی کہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسن ظن اور محبت رکھتا ہوں تو اس کی بات قابل اعتبار ہو سکتی ہے؟

بعینہ اسی طرح وہ قوم جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سخت دشمن ہیں اور ان کو خائن اور منافق کہتے ہیں۔ کیا ان کا قرآن کے محفوظ ہونے کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مساعی جمیلہ کے ذریعہ سے ثابت کرنا تقیہ کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے؟

اپنوں نے بھی اعتراف کر لیا:

جیسا کہ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ اکابر شیعہ میں سے جن چار بزرگوں نے تحریف کا انکار کیا وہ محض ازراہ تقیہ تھا۔ خود علمائے شیعہ نے بھی ان کے تقیہ کو تسلیم کیا ہے۔

(۱) چنانچہ سید نعمت اللہ جزائری ”انوار نعمانیہ“ میں لکھتے ہیں:

والظاهر ان هذا القوال انما صدر منهم لاجل مصالح
كثيرة..... كيف وهؤلاء الاعلام روافي مؤلفاتهم
اخبارا كثيرة تشتمل على وقوع تلك الامور في
القران وانما الآية هكذا انزلت ثم غيرت إلى هذا.

(انوار نعمانیہ، صفحہ ۳۵۷، طبع جدید ۱۳۸۹ھ بمطبع)

ترجمہ:- ”ظاہر یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ انکار محض چند مصلحتوں
(تقیہ) پر مبنی ہے..... یہ حضرات قرآن کریم کے غیر محرف ہونے
کا عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں، جبکہ ان حضرات نے اپنی کتابوں میں
بہت سی احادیث نقل کی ہیں جو بتاتی ہیں کہ قرآن میں یہ یہ
تحریفات ہوئی ہیں، اور فلاں آیت اس طرح نازل ہوئی تھی پھر
اس کو یوں بدل دیا گیا۔“

محدث نعمت اللہ جزائری نے جو بات کہی ہے نہایت معقول ہے۔ یہ کیسے
ممکن ہے کہ آدمی ایک روایت کو غلط بھی سمجھے اور پھر اس کو استدلال میں پیش کرے اس
پر اپنے عقائد کا محل بھی تعمیر کرے۔

(۲) علامہ نوری ان بزرگواروں کے تقیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: قد عدهو في الشافى والشيخ في تلخيصه من
مطا عن عثمان ومن عظيم ما اقدم عليه جمع الناس
على قراءة زيد واحراقه المصاحف وابطاله ماشك

انه من القرآن ولو لا جواز كون بعض ما بطله
او جميعه من القرآن لما كان ذلك طعنا .

(فصل الخطاب، ص ۳۳، المقدمة الثالث)

ترجمہ:- ”میں کہتا ہوں کہ شریف مرتضیٰ نے ”شانی“ میں اور شیخ
الطائف طوسی نے اس کی تلخیص میں (حضرت) عثمان (رضی اللہ
عنه) کے مطاعن اور ان کے عظیم ترین اقدام کو ذکر کرتے ہوئے
یہ لکھا ہے کہ (حضرت) ”عثمان نے لوگوں کو (حضرت) زید کی
قرأت پر جمع کر دیا، اور دیگر مصاحف کو جلا دیا اور جن الفاظ کے
قرآن ہونے میں شک تھا، ان کو ختم کر دیا۔“ اب (حضرت)
عثمان نے جن چیزوں کو تلف کر دیا اگر وہ سب کی سب یا ان کا
کچھ حصہ قرآن نہیں تھا تو (حضرت) عثمان پر کیا طعن ہوا؟“

مطلب علامہ نوری کا یہ ہے کہ شریف مرتضیٰ اور شیخ الطائف حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لئے یہ داویلا کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کو
”مصحف امام“ (یعنی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مرتب کیا تھا) پر جمع کر دیا اور
دیگر مصاحف کو تلف کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ ان مصاحف میں جن کو تلف کیا گیا
”مصحف امام“ کے علاوہ بھی کچھ قرآن تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ
عنه پر کیا طعن ہوا؟ اور ان کو بلاوجہ بدنام کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر ان مصاحف میں
کچھ زاد قرآن بھی تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن تو بجا رہا مگر اس کے باوجود
یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا، خالص جھوٹ اور تقیہ نہیں تو اور کیا

ہے؟ جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جامع القرآن پر طعن کرتا ہے وہ ایمان بالقرآن

کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے؟ اور جو شخص ایمان بالقرآن کے دعویٰ میں سچا ہو اس کے لئے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کی کیا گنجائش ہے؟

بہر کیف خواہ ان چار شخصوں کا انکار ازراہ تقیہ ہو یا نہ ہو، مگر جبکہ زائد از دو

ہزار احادیث ائمہ معصومین کی ان کے قول کے خلاف ہیں اور ان کے موافق ایک روایت

پھوٹی روایت بھی نہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ اگر ان کی دلیل مان لی جائے تو نہ

شیعہ فنا ہو جاتا ہے، لہذا ان کا یہ انکار ہرگز ہرگز از روئے مذہب شیعہ قابل اقتداء نہیں

ہو سکتا، نہ اس کی بناء پر شیعوں کو منکر تحریف کہنا کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

کچھ منکرین تحریف کے دلائل کے بارے میں:

مذکورہ حضرات نے تحریف قرآن کا انکار تو کر دیا لیکن اپنے قول

کوئی ایسی دلیل نہ پیش کر سکے جو مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق ہو، نہ

اپنی تائید میں ائمہ معصومین کی کوئی روایت لاسکے، نہ زائد از دو ہزار روایات

تحریف کا کوئی جواب دے سکے، بلکہ انکار کی دھن میں وہ باتیں لکھ گئے جو خود

ان کے مذہب کے لئے زہر قاتل ہیں اور جن سے مذہب شیعیت زمین

بوس ہو جاتی ہے۔ ذیل میں ان حضرات کے کچھ ارشادات ملاحظہ کیجئے:

چنانچہ ”تفسیر مجمع البیان“ کے فن خامس میں شریف مرتضیٰ کا قول مذکور ہے کہ:

وذكر في مواضع ان العلم بصحة نقل

القران كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار

والوقائع العظام والكتب المشهورة

واشعار العرب المسطورة، فان العناية

اشتدت والدواعي توفرت على نقله

وحرصته، وبلغت حدالم تبلغه فيما ذكرناه،

لان القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم

الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء

المسلمين قد بلغوا في حفظه وحمايته الغاية

حتى عرفوا كل شيء اختلف فيه من اعرابه

وقراءته وحروفه، فكيف يجوز ان يكون

معبرا ومنقوصا مع العناية الصادقة

والضبط الشديد.....، وذكر أيضاً رضى الله
 عنه ان القرآن كان على عهد رسول الله
~~مجموعاً مؤلفاً على ما هو عليه الآن واستدل~~
 على ذلك بان القرآن كان يدرس ويحفظ
 جميعه فى ذلك الزمان حتى عين على جماعة
 من الصحابة فى حفظهم له وانه كان يعرض
 على النبى صلى الله عليه وآله ويتلى عليه
 وان من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود و
 أبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على
 النبى صلى الله عليه وآله عدة ختمات وكل
 ذلك يدل بأدنى تأمل على انه كان مجموعاً
 مرتباً غير مبتور ولا مبثوث الخ.

(مجمع البيان، ص ۱۵، ج ۱، ط. شركة المعارف الاسلاميه)

ترجمہ:- اور شریف مرتضیٰ نے کئی مقامات پر ذکر کیا ہے کہ قرآن

کا صحت کے ساتھ منقول ہونے کا علم ایسا قطعی ہے جیسا شہروں
 کے وجود اور بڑے بڑے حادثوں اور واقعات اور مشہور کتابوں
 اور عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا علم، کیونکہ قرآن کے نقل و
 حفاظت کے اسباب بہت تھے اور اس کثرت کے ساتھ تھے کہ
 مذکورہ بالا چیزوں میں نہ تھے، کیونکہ قرآن معجزہ نبوت ہے اور علو
 م شرعیہ و احکام دینیہ کا ماخذ ہے۔ اور علمائے مسلمین قرآن کی
 حفاظت میں انتہاء تک پہنچ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن کے
 جس جس مقام میں اعراب اور قرأت اور حروف کا اختلاف ہے
 سب انہوں نے معلوم کر لیا ہے۔ پس باوجود ایسی سچی توجہ اور
 سخت توجہ کے کیونکر ممکن ہے کہ قرآن میں تغیر و تبدل اور کمی
 ہو جائے..... نیز شریف مرتضیٰ نے لکھا ہے کہ قرآن رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ میں مجموع و مرتب تھا، جیسا کہ وہ اب
 ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ قرآن اس زمانہ میں پور
 اڑھایا جاتا تھا اور حفظ کرایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صحابہ کی ایک
 جماعت حفظ قرآن میں نامزد کی گئی ہے اور قرآن نبی اکرم ﷺ
 کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور آپ کو پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ اور
 یقیناً صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں مثل عبد اللہ بن مسعود و ابی بن
 سائب (رضی اللہ عنہما) کے بہتوں نے نبی ﷺ کو کئی کئی ختم
 قرآن کے سنائے تھے اور یہ سب باتیں ایک تھوڑے غور کے

ساتھ بتا رہی ہیں کہ بے شک قرآن مجموع و مرتب تھا، ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ نہ تھا۔ الخ۔

فائدہ:

شریف مرتضیٰ کہتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت کے اسباب بہت تھے۔ قرآنِ مجزہ نبوت اور ماخذ دین تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے محافظ دین تھے۔ قرآنِ کرام کی حفاظت میں بے انتہاء اور بے مثل کوشش کرتے تھے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم مثل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کے پورے قرآن کے حافظ تھے اور آنحضرت ﷺ کو کئی کئی بار ختم سنا چکے تھے اور آپ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو قرآن دیتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس بے مثل اہتمام اور کوشش کے سائے قرآن میں تحریف ہو جانا محال ہے۔

حضرات شیعہ خصوصاً علی عبدی صاحب ایمان سے ارشاد فرمائیں کہ کیا واقعی شیعوں کا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق یہی ہے جو شریف مرتضیٰ نے بیان کیا؟ آیا مذہب شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسا ہی دیندار اور دین کا محافظ قرار دیتا ہے؟

یقیناً شریف مرتضیٰ کی یہ تقریر مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شیعہ مذہب تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) دشمن دین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ پورے قرآن کا حافظ سوائے ائمہ کے نہ کوئی تھا اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہرگز قرآن کے نگہبان نہ تھے اور کہتا ہے کہ رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کے محرف ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے، نہ محفوظ رہنے کے، کیونکہ تمام صحابہ

رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ) دشمن دین تھے اور صاحب قوت و شوکت تھے۔ مومن صرف چار یا پانچ تھے اور وہ ہر طرح سے عاجز اور کمزور بے دست و پا تھے۔

شریف مرتضیٰ کی یہ تقریر بالکل مذہب اہلسنت کے مطابق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ فضائل اہل سنت کے عقیدہ کا حصہ ہیں نہ کہ شیعوں کا، اسی وجہ سے خود علمائے شیعہ نے شریف موصوف کے قول کو رد کیا ہے۔

(۱) چنانچہ علامہ محمد بن محسن کاشی تفسیر صافی میں شریف موصوف کے قول کو رد کرنے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول لقائل ان يقول كما أن الدواعي كانت متوفرة
على نقل القرآن وحراسته من المؤمنين كذلك
كانت متوفرة على تغييره من المنافقين المبدلين
للوصية المغيرين للخلافة لتضمنه ما يصاد رأيهم
والتغيير فيه ان وقع فانما وقع قبل انتشاره في البلدان
واستقراره على ما هو عليه الآن والضبط الشديد إنما
كان بعد ذلك فلاننا في بينهما..... الخ

(بحوالہ شیعہ کنی اختلافات، ص ۴۷۴)

ترجمہ:- میں کہتا ہوں کہ ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس طرح قرآن کی حفاظت کے اسباب ایمان والوں کی طرف سے زیادہ تھے اسی طرح ان منافقوں کی طرف سے جنہوں نے وصیت رسول خدا کو بدل دیا خلافت کو متغیر کر دیا۔ قرآن کے محرف

ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے، کیونکہ قرآن ان کی رائے کے خلاف تھا اور قرآن میں اگر تحریف ہوئی ہے تو قبل اس کے کہ وہ شہروں میں پھیلے اور حالت موجودہ پر قرار پکڑے، اور یہ سخت حفاظت بعد اس کے ہوئی ہے، پس اس سخت حفاظت اور تحریف قرآن میں کچھ مناقات نہیں، الخ۔

(۲) علامہ خلیل قزوینی نے بھی ”صافی شرح کافی“ میں شریف مرتضیٰ سے

اس قول کو رد کیا ہے اور لکھا ہے:

دعویٰ اینکه قرآن ہمیں است کہ در مصاحف مشہورہ است خالی از اشکال نیست و استدلال بریں اہتمام اصحاب و اہل اسلام ب ضبط قرآن بغایت رکیک است بعد طلوع بر عمل ابی بکر و عمر و عثمان۔

(بحوالہ شیعہ سنی اختلافات، ص ۲۷۲)

ترجمہ:- ”اس بات کا دعویٰ کرنا کہ قرآن یہی ہے جو مصاحف مشہورہ میں ہے، مشکل ہے اور اس پر صحابہ اور اہل اسلام کے اہتمام سے جو انہوں نے حفاظت قرآن میں کیا، استدلال کرنا نہایت کمزور ہے۔ بعد اس امر کے معلوم کر لینے کے کہ ابو بکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) نے کیا کیا کام کئے۔

لیجئے جناب شریف مرتضیٰ کا قول رد ہو گیا جو دلائل انہوں نے پیش کئے تھے، وہ مذہب شیعہ کی رو سے بالکل غلط ثابت ہو گئے۔ خود علمائے شیعہ ہی ان کے مقابلے

کے لئے کھڑے ہو گئے، ہمیں مزاحمت کرنے کا موقع بھی نہ دیا۔

الم يجعل كيدهم في تضليل

اور علامہ نوری طبری نے فصل الخطاب میں بہت بسط کے ساتھ منکرین تحریف کے قول کو رد کیا ہے اور ان کے دلائل کو توڑا ہے۔ خاص کر شیخ صدوق کی تو بہت سی چوریاں پکڑی ہیں اور آخر میں صاف لکھ دیا ہے کہ تحریف کے انکار میں جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ مذہب شیعہ کے لئے سم قاتل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قلت إنه لشدة حرصه على إثبات مذهبه يتعلق بكل ما يحتمل فيه تأييد لمذهبه ولا ينتفت إلى لوازمه الفاسلة التي لا يمكنه الالتزام به فان ما ذكره من الشبهة هي الشبهة التي ذكرها المخالفون بعينها وأوردوها على أصحابنا المدعين لثبوت النص الجلي على امامة مولينا علي عليه السلام وأجابوا عنها بما لا يبقى معه ريب وقد أحيانا بعد طول المدة غفلة او تناسيا عما هو مذكور في كتب الإمامية

(فصل الخطاب..... صفحہ نمبر ۲۳)

ترجمہ:- ”میں کہتا ہوں کہ صدوق اپنے مذہب کے ثابت کرنے کا اتنا حریص ہے کہ جس بات میں ذرا سا بھی احتمال اپنے مذہب کی تائید کا پاتا ہے اس کو لے لیتا ہے اور اس کے نتائج فاسدہ کی طرف توجہ نہیں کرتا کہ ان نتائج کو تسلیم کرنا اس کے امکان میں

نہیں، جو اعتراض اس نے تحریف قرآن پر کیا ہے بعینہ یہ وہی
 اعتراض ہے جو مخالفین ہمارے اصحاب پر حضرت علی کی امامت پر
 نص جلی موجود ہونے کے متعلق کیا کرتے ہیں اور ہمارے
 اصحاب نے ان کے اعتراض کا جواب ایسے عمدہ دلائل سے دیا ہے
 کہ پھر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ مگر صدوق وغیرہ نے ایک زمانہ
 دراز کے بعد پھر اس اعتراض کو زندہ کر دیا اور جو کچھ کتب امامیہ
 میں لکھا ہے اس سے غفلت یا فراموشی اختیار کی۔“

واقعی علما می نوری نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اگر منکرین تحریف کی دلیل صحیح ہو
 اور صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے کامل، ایماندار اور محافظ دین مان لئے جائیں کہ ان کی
 دینداری اور حفاظت دین کے بھروسہ پر قرآن میں تحریف کا ہونا محال ہو تو پھر خلافت
 کے معاملہ میں بھی ماننا پڑے گا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ
 بنایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ ایسے دیندار اور دین کے جانثار حکم رسول ﷺ کے خلاف کسی
 دوسرے کو خلیفہ بناتے۔ اسی طرح ”فدک“ اگر واقعی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے
 ہوتا تو کبھی بھی یہ دیندار جماعت رسول ﷺ کی بیٹی کی حق تلفی نہ کرتی۔ غرض صحابہ رضی
 اللہ عنہم کے تمام مظالم کے افسانے بے بنیاد ہو جائیں گے۔

خلاصہ کلام:

الحمد للہ کہ یہ بحث پوری ہو چکی اور قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اصلی مذہب
 شیعوں کا یہی ہے کہ قرآن شریف محرف ہے۔ کمی، بیشی، تغیر و تبدل الفاظ و حروف کا
 اور آیات و سورتوں بلکہ کلمات کی ترتیب کا خراب ہونا، غرض ہر قسم کی تحریف اس میں ہے،

جو شیعہ تحریف کا انکار کرتا ہے وہ تقیہ کر رہا ہے۔ عبدی صاحب اگر شیعوں کی پیشانی سے اس داغ کو مٹانا چاہتے ہیں تو ان کو تین کام کرنا لازم ہیں۔

اول یہ کہ زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی جو ان کی کتابوں میں ہیں، جن کو شیعہ محدثین متواتر مشہور کہتے ہیں، ان کے غیر معتبر ہونے کی کوئی ایسی معقول وجہ بیان کریں جو ان کے اصول حدیث کے مطابق ہو اور ان روایات کے غیر معتبر ہونے سے کوئی اثر ان کے فن حدیث پر خصوصاً روایات امامت پر نہ پڑنے پائے۔

دوم یہ کہ اپنی کتابوں سے کچھ معتبر حدیثیں ائمہ معصومین کی پیش کریں۔ جن میں اس مضمون کی تصریح ہو کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی۔ اگر کوئی صحیح روایت نہ دستیاب ہو تو کوئی ضعیف روایت ہی دکھلا دیں۔

سوم ایک فتویٰ تیار کریں کہ جو شخص تحریف قرآن کا قائل ہو، ۶۰ فرسے اور قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ان علماء و اکابر شیعہ کو، جو تحریف قرآن کے قائل تھے، جن میں اصحاب ائمہ و سفرائے امام غائب بھی ہیں کافر نہ سہی گمراہ تو لکھ دیں اور اس فتویٰ پر شیعہ علماء کی تصدیقی مہریں لگوا کر شائع کریں۔

”جناب سے امید ہے کہ انشاء اللہ قرآن کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہوئے یہ تینوں کام کر لیں گے۔ کیونکہ ان تینوں کاموں کو کئے بغیر صرف یہ کہہ دینا کہ ہم تحریف کے قائل نہیں ہیں، کسی طرح لائق سماعت نہیں ہو سکتا بلکہ بدبھیات کا انکار کرنا اور دن میں سورج کی روشنی سے آنکھیں چمکانا ہے۔“

اہل سنت کے یہاں نہ تحریف کی کوئی روایت ہے

نہ ان کا کوئی متنفس کبھی تحریف کا قائل ہوا

بحث سابق میں بیان ہو چکا کہ شیعوں کا قرآن شریف پر نہ ایمان ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور اس کی تین ناقابل تردید وجوہ بھی بیان ہو چکی ہیں، ان میں سے پہلی دو وجہوں کا جو بحث تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن یہ دو وجہیں ایسی ہیں کہ اگر کتب شیعہ میں بالفرض کوئی روایت تحریف قرآن کی نہ ہوتی تو بھی یہ دونوں وجہیں بتا ہی ہیں کہ شیعوں کا ایمان قرآن پر نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں وجہوں میں باہم فرق یہ ہے کہ پہلی وجہ کے رو سے نہ صرف قرآن بلکہ دین کی ہر چیز مذہب شیعہ کی رو سے ناقابل اعتبار ہو گئی۔ قرآن خواہ خلفائے ثلاثہ کا جمع کیا ہوا ہو خواہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع کیا ہوا ہو ہر حالت میں پہلی وجہ کی رو سے ناقابل اعتبار ہو گیا اور دوسری وجہ صرف قرآن کے ناقابل اعتبار ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ بھی اس صورت میں جب کہ قرآن کے جامع خلفائے ثلاثہ کو کہا جائے جیسا کہ شیعوں کو مسلم ہے ان وجوہ میں سے صرف تیسری وجہ کا تعلق بحث تحریف سے ہے۔

پہلی دونوں وجہوں کا کوئی جواب نہ کبھی کسی شیعہ نے اب تک دیا ہے نہ ہی کوئی شیعہ دے سکتا ہے۔

صرف تیسری وجہ کے جواب میں سنیوں پر افتراء کرتے ہوئے شیعہ کہہ اٹھتے ہیں کہ صاحبو! روایات تحریف سنیوں کے یہاں بھی ہیں اور بعض بے باک شیعہ تو اتنے تک کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے ہاں تحریف کی کوئی روایت نہیں ہے، یہ ہمارے

اوپر الزام ہے اور یوں اپنے آپ کو اس آیت کریمہ کا مصداق بنا دیتے ہیں۔

و من یکسب خطیئة او اثما لم یرم به بریئا فقد

احتمل بهتانا و اثما مبینا (سورة النساء)

ترجمہ:..... اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر اس کی

تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان

اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا۔

لہذا اب ہم بعونہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ شیعوں کے یہاں ہر

گزر کوئی روایت تحریف قرآن کی نہیں ہے اور نہ کوئی سنی کبھی تحریف کا قائل ہوا نہ ہو سکتا

ہے مذہب اہل سنت میں جو شخص تحریف قرآن کا قائل ہو وہ قطعاً کافر اور دائرہ اسلام

سے خارج ہے۔

شیعوں کو اس موقع پر لازم یہ تھا کہ جس طرح ہم نے ان کی معتبر کتابوں

سے تحریف قرآن کی روایتیں تین اقراروں کے ساتھ نقل کر دیں اسی طرح وہ بھی

ہماری معتبر کتابوں کی روایتیں پیش کر کے ہمارے علماء کا اقرار دکھانے کہ یہ روایات

متواتر ہیں اور یہ کہ یہ روایات تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ انہی روایات

کے مطابق سنی تحریف کے معتقد ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ کسی شیعہ مجتہد نے ایسا نہ کیا نہ کر سکتا

ہے۔ البتہ تلبیس سے کام لیتے ہوئے بسا اوقات کوئی صرف روایت ان تینوں

اقراروں کے بغیر نقل کر کے اس کا غلط مقصد اپنی طرف سے بیان کر کے کہہ دیتا ہے کہ

تحریف ثابت ہو گئی۔

(آدم برسر مطلب)

کسی شیعہ کی اب تک جرأت نہیں ہوئی کہ اہل سنت کو معتقد تحریف کہتا، بڑوں بڑوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ اہل سنت کا ایمان قرآن شریف پر ایسا پختہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو محرف کہے اہل سنت اس کو کافر جانتے ہیں حتیٰ کہ شیعوں کے امام المناظرین مولوی حامد حسین "استقصاء الافہام" جلد اول صفحہ نمبر ۹ پر لکھتے ہیں۔

”مصحف عثمانی کہ اہل سنت آنرا قرآن کامل اعتقاد کنند و معتقد

نقصان آنرا ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام پندارند“

ترجمہ:..... ”مصحف عثمانی کہ جس کو اہل سنت ”قرآن کامل“

اعتقاد کرتے ہیں اور جو شخص اس کے نقصان کا قائل ہو اس کو

ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔“

ف:..... اس عبارت میں جناب حامد حسین صاحب نے دو باتوں کا صاف صاف اقرار کیا ہے۔ ایک یہ کہ اہل سنت کے عقیدہ میں یہ قرآن کامل ہے اور ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے۔ دوم یہ کہ جو لوگ تحریف فی القرآن کے قائل ہیں وہ اہل سنت کے نزدیک خارج از اسلام ہیں۔

مگر جناب علی عبدی صاحب نے انتہائی دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے سابقین سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر سنیوں کو معتقد تحریف قرار دینے کی سعی لا حاصل میں طبع آزمائی کی ہے لیکن ہمارے ہاں تحریف ثابت کرنے کے لئے جو عبارتیں انہوں نے ہماری کتابوں سے نقل کی ہے ان میں جناب کو طرح طرح کی خیانتیں کرنی پڑی ہیں مگر افسوس یہ کہ خیانت کرنے پر بھی ان کا کام نہ بنا عنقریب انشاء اللہ واضح

ہو جائے گا۔ لیکن ان کی خیانتوں کو واضح کرنے اور ان کے اعتراضات کے جواب دینے سے پہلے چند اہم نکتے ملاحظہ ہوں۔

(یاد رکھنے کی باتیں)

(۱)..... سب سے پہلی بات جو یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ اہل سنت کی وہ روایتیں جن کو یہ دھوکہ دینے والے تحریف کی روایتیں کہتے ہیں وہ نسخ کی اور اختلاف قرأت کی روایتیں ہیں جیسا کہ علماء اہل سنت نے تصریح کی ہے ایک عالم نے بھی ان روایات سے تحریف کو نہیں سمجھا اور نہ سمجھ سکتا ہے، اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود شیعہ علماء نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ یہ روایات نسخ کی ہیں نہ کہ تحریف کی۔ (جیسا کہ نسخ کے بحث میں علامہ طبرسی وغیرہ شیعہ علماء کے اقوال گذر گئے) عنقریب انشاء ہر ہر روایت کو نقل کر کے یہ بات روز روشن کی طرح واضح کریں گے:

بخلاف اس کے شیعوں کی روایات صراحتاً تحریف قرآن کو بیان کر رہی ہیں کہ سوائے تحریف کے نسخ یا اختلاف قرأت پر وہ کسی طرح محمول نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ خود شیعہ علماء نے بھی اس کا اقرار کیا اور وہ اقرار اوپر نقل ہو چکا ہے۔

(۲)..... اہل سنت کی یہ روایتیں اخبار آحاد ہیں متواتر نہیں ہیں بلکہ ان روایات میں سے اکثر کے صحیح ہونے میں بھی کلام ہے۔ لہذا بقدر محال اگر یہ روایتیں تحریف پر دلالت بھی کرتیں تو اہل سنت کے نزدیک قابل اعتبار نہ ہوتیں کیونکہ قرآن شریف متواتر ہے اور غیر متواتر چیز متواتر کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ عقیدہ کی بنیاد بن سکتی ہے بخلاف اس کے شعیوں کی روایات تحریف متواتر ہیں۔ ان کے متواتر ہونے کا اور زائد دو ہزار ہونے کا علماء شیعہ نے برملا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ اوپر منقول ہوا۔

(۳)..... اہل سنت کے یہاں تحریف قرآن کا ناممکن و محال ہونا خود قرآن

سے اور متواتر حدیثوں اور اجماع متواتر سے ثابت ہے لہذا بالفرض و التقدير اگر کوئی روایت تحریف قرآن کی کتب اہل سنت میں معاذ اللہ ثابت بھی ہوتی تو قطعاً واجب الرد ہوتی بخلاف اس کے شیعوں کے یہاں تحریف قرآن کا ناممکن ہونا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ متواتر و غیر متواتر کسی قسم کی حدیث سے نہ ان کے اجماع سے بلکہ تحریف قرآن کا وقوع ان کے نزدیک قرآن سے اور متواتر حدیث سے اور اجماع سے زائد ہے لہذا بالفرض اگر کوئی روایت عدم تحریف قرآن کی ان کی کتب میں موجود بھی ہے تو وہ قطعاً واجب الرد ہے۔

(۴)..... اہل سنت کی جن روایتوں کو یہ فریب دینے والے تحریف کی

روایتیں کہتے ہیں ان روایتوں میں رسول خدا ﷺ کا قول نہیں بیان کیا گیا اور اہل سنت کے مذہب میں سوا رسول کے اور کوئی معصوم نہیں لہذا یہ روایتیں بالفرض و المحال تحریف قرآن پر دلالت بھی کرتیں اور بالفرض متواتر بھی ہوتیں تو بھی لائق اعتبار نہ ہوتیں کیونکہ غیر معصوم سے غلط فہمی سہو و نسیان و خطا اجتہادی و غیر اجتہادی ہر طرح ممکن ہے۔ بخلاف اس کے شیعوں کی روایات تحریف میں ائمہ معصومین کے اقوال ہیں جو ان کے زعم باطل میں مثل پیغمبر کے معصوم و واجب التعظیم ہیں۔

(۵)..... اہل سنت تحریف قرآن کے معتقد نہیں ہیں بلکہ معتقد تحریف کو قطعی

کافر جانتے ہیں لہذا بالفرض ہزاروں روایتیں بھی تحریف کی ہوتیں تو بھی یہ نہ کہا جاتا کہ ان کے مذہب کی رو سے قرآن محرف ہے بخلاف اس کے شیعوں تحریف قرآن کے معتقد ہیں معتقدین تحریف کو کافر کہنا کجا ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لہذا یہ کہنا درست ہے

کہ ان کے مذہب کی رو سے قرآن محرف ہے۔

ان پانچ باتوں کے سمجھ لینے کے بعد جو نہایت پختہ اور اصولی باتیں ہیں کوئی بیوقوف بھی کسی کے فریب میں نہیں آسکتا اور اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ بحث تحریف میں شیعوں کو معارضہ بالمثل کی ہوس سوا ذلت و رسوائی کے اور کچھ نتیجہ نہیں دے سکتی۔ سچ ہے ع

(ملاں آوردارز وئے محال)

(ماخوذ از تنبیہ الحائرین، ص ۵۲ تا ۵۷)

الجواب بعون الملک الوہاب

یہ تو صاف واضح ہے کہ جس قوم کی ابتداء ہی عداوت قرآن سے ہوئی اور جس قوم نے جامعین قرآن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر اور مرتد کہا جو کہ دین کے اساس اور بنیاد ہیں، اور جس قوم کی زبان اور قلم سے صحابہ کی عزت محفوظ نہ رہ سکی اور جنہوں نے دین اسلام کے پہاڑوں (صحابہؓ) کو ہلانے کی ناکام کوشش کی ان کے زبانوں سے قبعیین صحابہ اہل سنت کیسے محفوظ رہیں گے، یہ شروع سے چلتا آ رہا ہے کہ ہمیشہ اعداء قرآن نے مجہین قرآن پر بے جا الزامات لگائے ہیں اور لگا رہے ہیں، ان ہی الزامات اور بہتانوں اور غلط بیانیوں کا ایک نمونہ جناب علی عبدی صاحب کی طرف سے ہمارے سامنے موجود ہے جس میں انہوں نے خادین قرآن و سنت کو اپنے ساتھ اعداء قرآن کے صف میں کھڑا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ (اللھم احفظنا منہم)

ذیل میں ان کے اعتراضات کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

(ج ۱، ۲) اہل سنت والجماعت کے عقائد چونکہ محکم دلائل سے ثابت ہیں

اس لئے انہیں مجروح کرنا آسان نہیں۔ وحی الہی اور آسمانی تعلیمات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہمارے عقائد میں نہ کوئی تضاد ہے اور نہ کہیں جھول ہے ہر اینٹ اپنی جگہ پر شریعت کی خوبصورتی کا ذریعہ ہے برخلاف دیگر اقوام و مذاہب کے جن کے عقائد کی بناء تاریخی عوامل، وقتی مصالح، اور کمزور و من گھڑت روایات پر ہے اس لئے معززین تدبر سے ان کی کتب جھوٹ اور تضادات کا پلندہ معلوم ہوتی ہیں۔

قارئین نے پچھلے سطور میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ شیعہ محققین کی کتب کس طرح تحریف قرآن کے عقیدہ سے اٹی پڑی ہیں۔

واضح رہے کہ اہل سنت والجماعت پر تحریف قرآن کا الزام ثابت کرنے کے لئے کسی اخبار و رسالہ کی عبارت ہرگز قابل سماعت نہیں ہے اعتراض نمبر ۱ اور نمبر ۲ اس رسالے سے نقل کئے گئے ہیں، یہ رسالہ پتہ نہیں کس کا ہے اور کہاں ہے اس کا مصنف کون ہے اور کیسا شخص ہے تقویٰ و دیانت کے کس درجے پر ہے اور علیت کس درجے پر ہے۔ لہذا اس قسم کی عبارات کے جواب دینے سے ہم معذرت خواہ ہیں، کوئی کسی مستبر کتاب سے ہمارا عقیدہ تحریف دکھا دے۔ تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی تاثر نہیں ہوگا، اس کا جواب بھی ہم پر لازم ہوگا۔

(س نمبر ۳)..... قرآن میں لفظی تحریف کی گئی ہے۔ (فیض الباری)
(جواب) فیض الباری کے اس جملہ کا جواب ہمارے اکابرین نے کئی دفعہ دیا ہے لیکن سمجھنے کی ضرورت ہے اب دوبارہ جناب کے اطمینان کے لئے ہم عرض کر دیتے ہیں۔

شاید کہ سمجھ میں تیری

آئے میری بات۔

بخاری شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۶۹ (ایچ ایم سعید کمپنی) میں حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے:

..... وقد حدثكم الله ان اهل الكتاب بدلو اما كتب

الله وغيره و ابايديهم الكتاب.....

ترجمہ:..... "اللہ تعالیٰ نے تم مسلمانوں کو بتا دیا ہے کہ اہل کتاب

نے اللہ تعالیٰ کے نوشتہ کو بدل ڈالا، اور کتاب میں اپنے ہاتھوں

سے تبدیلی پیدا کر دی ہے۔"

تو حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی

تشریح میں تین مذاہب بیان فرمائے ہیں کہ سابقہ کتب میں تحریف واقع ہو۔ ر کے

بارے میں یہ مذاہب ہیں اور آخر میں اپنا فیصلہ بھی سنایا ہے اور اپنے قول سے پہلے

مذہب والوں کی تائید فرمائی ہے، تحریف قرآن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے

چنانچہ فیض الباری میں ہے۔

واعلم أن في التحريف ثلاثة مذاهب: ذهب جماعة

إلى أن التحريف في الكتب السماوية قد وقع بكل

نحو في اللفظ والمعنى جميعاً، وهو الذي مال إليه ابن

حزم وذهب جماعة إلى أن التحريف قليل، ولعل

الحافظ ابن تيمية جنح إليه وذهب جماعة إلى إنكار

التحريف اللفظي رأساً، فالتحريف عندهم كله معنوي،

قلت: يلزم على هذا المذهب أن يكون القرآن أيضاً

محرفاً، فان التحريف المعنوي غير قليل فيه ايضاً،
والذي تحقق عندي ان التحريف فيه لفظي ايضاً، اما
انه عن عمد منهم او لمغلطة، فالله تعالى اعلم به.

(فيض الباري على صحيح البخاري، مذاہب العلماء في التحريف، ۳/۳۹۵، ط:
المجلس العلمي ہند)

ترجمہ:..... جاننا چاہئے کہ کتب سماویہ سابقہ میں تحریف ہونے کے
بارے میں تین مذہب ہیں (۱) ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ
کتب سماویہ میں ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے لفظی بھی معنوی بھی،
ابن حزم اسی کی طرف مائل ہیں، (۲) ایک جماعت کا مذہب یہ
ہے کہ تحریف قلیل ہے، شاید حافظ ابن تیمیہ کا رجحان اسی طرف
ہے، (۳) اور ایک تحریف لفظی سے سرے سے منکر ہے، پس
تحریف ان کے نزدیک سب کے سب معنوی ہے۔ میں کہتا ہوں
کہ اس (آخری) مذہب پر لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) قرآن
بھی محرف ہو کیونکہ تحریف معنوی قرآن میں بھی کچھ کم نہیں کی
گئی (کتب شیعہ بھری پڑی ہیں)

(آخر میں حضرت پہلے مذہب کی تائید کرتے ہوئے فرماتے
ہیں) اور جو چیز کہ میرے نزدیک محقق ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ان
میں یعنی (سابقہ کتب سماویہ میں) تحریف لفظی بھی ہوئی ہے یا تو
انہوں نے جان بوجھ کر کی یا غلطی کی وجہ سے؟ پس اللہ تعالیٰ ہی
اس کو بہتر جانتے ہیں۔

یہ تھی حضرت شاہ صاحب کی پوری عبارت اور اس کا ترجمہ، اب دو باتوں پر غور فرمائیے!

اول:..... یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کے ارشاد میں اہل کتاب کا اپنی کتاب میں تحریف کر دینا مذکور تھا حضرت شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں تین مذاہب نقل کئے ایک یہ کہ اہل کتاب کی کتب میں تحریف بکثرت ہوتی ہے لفظی بھی اور معنوی بھی۔ دوم یہ کہ تحریف ہے تو سہی مگر کم ہے، سوم یہ کہ تحریف لفظی سرے سے ہوئی نہیں صرف تحریف معنوی ہوئی ہے، حضرت شاہ صاحبؒ ان تین اقوال کو نقل کر کے اپنا حجتانہ فیصلہ صادر فرماتے کہ اہل کتاب کی کتب میں تحریف لفظی موجود ہے۔

اب رہا یہ کہ یہ تحریف انہوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا غلطی سے صادر ہوئی ہے؟ اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

الغرض گفتگو تمام تر اس میں ہے کہ اہل کتاب کی کتب میں تحریف لفظی ہوئی ہے یا نہیں، اگر ہوئی ہے تو قلیل ہے یا کثیر؟ اسی کے بارے میں تین مذاہب ذکر فرمائے ہیں اور اسی تحریف فی کتب اہل الکتاب کے بارے میں اپنا محققانہ فیصلہ صادر فرمایا ہے، قرآن کریم کی تحریف لفظی کا دور و نزدیک کہیں تذکرہ ہی نہیں کہ اس کے بارے میں حضرت شاہ صاحبؒ یہ فرمائیں کہ ”جو چیز کہ میرے نزدیک محقق ہوئی ہے وہ یہ کہ اس میں تحریف لفظی موجود ہے۔“

دوم:..... شاہ صاحبؒ نے تیسرا قول یہ نقل کیا تھا کہ کتب سابقہ میں صرف تحریف معنوی ہوئی ہے۔ تحریف لفظی نہیں ہوئی، حضرت شاہ صاحبؒ اس کو غلط قرار دیتے ہوئے ان قائلین تحریف معنوی کو الزام دیتے ہیں کہ اگر صرف تحریف معنوی کی وجہ سے ان

کتب کو محرف قرار دیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ قرآن کریم کو بھی محرف کہا جائے (نعوذ باللہ) کیونکہ اس میں بھی بہت سارے بے دین لوگوں نے تحریف معنوی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، (۱) کتب شیعہ تحریف معنوی سے بھرپور ہیں) اس سے دو باتیں صاف طور پر واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی تحریف معنوی کے ساتھ اس مذہب والوں کو الزام دینا اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن میں تحریف لفظی کا کوئی بھی قائل نہیں، دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ اگر حضرت شاہ صاحب نعوذ باللہ

(۱) بطور نمونہ کتب شیعہ سے تحریف معنوی کی چند مثالیں ملاحظہ ہو:

علامہ ابوالحسن شریف اپنی کتاب ”مرآة الانوار“ میں لکھتے ہیں کہ

۱: وقال الله لا تتخفوا من الذين آمنوا بآياته انما هم الله واحد. (سورة النحل: ۵)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو امام نہ بناؤ، امام تو بس ایک ہی ہے (مرآة الانوار ص ۵۷)۔
اس آیت میں ”الہ“ سے مراد امام ہے۔

۲: آله مع الله بل اكثرهم لا يعلمون (سورة النمل: ۶۱)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کیا ایک وقت میں امام ہدایت کے ساتھ امام ضلالت ہو سکتا ہے گویا اللہ سے امام مراد ہے (نعوذ باللہ) (مرآة الانوار: ۵۷)

۳: وسقاهم ربهم شرابا طهوراً (الدھر: ۲۱)

یہاں رب سے حضرت علیؑ مراد ہے یعنی علیؑ شراب پلائیں گے۔ (مرآة ص ۵۹)

۴: واذا قبل لهم اركعوا لايسر كعون. (سورة

المرسلات: ۴۸)

یعنی جب ان سے کہا جائے کہ علیؑ کو امام بناؤ تو نہیں بناتے۔ (مرآة ص ۱۳۱)

۵: وانزلنا اليكم نورا امينا. (سورة الاعراف: ۱۵۸)

آیت میں ”نور امین“ سے مراد علیؑ ہیں اسی طرح جن جن آیات میں ”نور“ کا لفظ آیا ہے

اس سے ”امام“ یا ”ولایت امام“ مراد ہے (مرآة الانوار ص ۳۱۵)

قرآن کریم کی تحریف لفظی کے قائل ہوتے تو صرف تیسرے مذہب والوں کو الزام نہ دیتے، بلکہ پہلے اور دوسرے مذہب والوں کو بھی یہی الزام عائد کرتے، مزید اطمینان کے لئے حضرت شاہ صاحب کی کتاب ”مشکلات القرآن“ کا مقدمہ ملاحظہ فرمایا جائے۔
فیض الباری ہی میں اسکی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت نے لکھا ہے:

والذی ینبغی فیہ النظر ہنا انہ کیف ساع لا بن
عباس رضی اللہ عنہما انکار التحریف اللفظی، مع
ان شاہد الوجود یخالفہ، کیف! وقد نعٰ علیہم
القرآن انہم کانوا یکتبون بایدیہم، ثم یقولون ”ہو
من عند اللہ وما ہو من عند اللہ“ وهل هذا الا
تحریف لفظی، ولعل مرادہ انہم ما کانوا یحرفونہا
قصداً ولکن سلفہم کانوا یکتبون مرادہا، کما
فہموہ، ثم کان خلفہم یدخلونہ فی نفس التوراة،
فکان التفسیر یختلط بالتوراة من هذا الطريق.

(فیض الباری ۳/۵۳۷، ط: مجلس علمی، ۱۰۰)

ترجمہ:..... یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے
(کتب سابقہ) میں تحریف لفظی نہ ہونے کا قول کس بنا پر کیا
ہے، حالانکہ شواہد اس کے خلاف ہیں۔ پھر تحریف لفظی نہ ہونے
کا قول کیونکہ ممکن ہے، جب کہ قرآن مجید نے ان کے اس فعل قبیح
کو ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ ”یہ

اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے“ اور
یہی تو تحریف ہے..... الی آخرہ۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ تحریف لفظی تو رات وغیرہ کتابوں میں ہوئی ہے
نہ کہ قرآن کریم میں۔

جناب علی عبدی صاحب کھلے ذہن کے ساتھ اس تحریر کو بغور پڑھیے اور شاہ
صاحب کی عبارت کو سمجھ کر اپنے الزام سے توبہ کریں۔
(س نمبر ۴)..... (آیت رجم موجودہ قرآن میں نہیں ہے؟)

(ج) آیت رجم کا باقی الحکم اور منسوخ التلاوت ہونا فریقین المل سنت
اور شیعہ دونوں کو مسلم ہے، جناب علی عبدی صاحب کو تو اپنی کتابوں سے بھی واقفیت
نہیں ہے دیکھئے شیعہ کی کتاب ”تفسیر مجمع البیان“ جلد اول ص ۱۸۰ پر ہے۔

والنسخ فی القرآن علی ضروب..... منها ما یرتفع
اللفظ ویشب الحکم کأیة الرجم فقد قیل انہا کانت
منزلة فرفع لفظها وقد جاءت اخبار كثيرة بان اشیاء
کانت فی القرآن فنسخ تلاوتها.....

ترجمہ..... نسخ قرآن میں کئی قسم کا ہوا ہے..... از آں جملہ یہ کہ
آیت کی تلاوت منسوخ ہو جائے مگر حکم باقی رہے جیسے آیت رجم
میں پس تحقیق بیان کیا گیا ہے کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی پھر
تلاوت اس کی منسوخ ہو گئی، اور تحقیق بہت سی روایتیں وارد
ہوئی ہیں کہ کچھ آیتیں قرآن میں ایسی تھیں جن کی تلاوت

منسوخ ہوگئی.....

اسی طرح اہل سنت کی کتاب ”تفسیر اتقان“ میں آیت الرجم کو نسخ کی تیسری قسم ”مانسخ تلاوتہ دون حکمہ“ کے تحت ذکر کیا ہے (اتقان ۲۱/۲۳، ط: مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر) اور اہل سنت کی کتاب نور الانوار میں بھی منسوخ التلاوت کی مثال میں آیت رجم کو ذکر کیا ہے۔

جناب علی عبدی صاحب تحریف قرآن کے ساتھ اس عبارت کا کوئی دو، کا بھی واسطہ نہیں آپ کو صرف اعتراض کرنے کا شوق ہے حقیقت میں آپ کو اپنی کتابوں سے بھی آشنائی نہیں۔

(س نمبر ۵): (صحابہ کی رائے کے خلاف اگر کوئی آیت ہو..... الخ؟)

(جواب:-) ہماری تفسیر اتقان کے ج ۲ ص ۲۶ پر یہ اصول موجود ہے۔

وغير جائز نسخ شيء من القرآن بعد وفاة النبي صلى
الله عليه وسلم .

ترجمہ:..... اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کے کسی آیت کا منسوخ ہونا کبھی جائز نہیں ہے۔ تو جب ہمارا اصول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد نسخ بالکل محال ہے۔ کیونکہ نسخ خداوند تعالیٰ خود فرماتے ہیں اور جس کا حکم اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی طرف بذریعہ وحی بھیجتا ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ حق نسخ کسی کو کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ اس لئے آپ ﷺ کی وفات کے بعد کوئی شخص یا کوئی

جماعت قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ جب ہمارا اصول یہ ہے تو

کب ہم صحابہ کے قول سے قرآن کو نسخ کر سکتے ہیں۔

(اصول کرنی کی اصل عبارت اور اس کا مقصد)

اصول کرنی میں ہے۔

۲۹. الا صل ان کل آية تخالف قول اصحابنا فانها

تحمل على النسخ او على الترجيح..... الخ.

(اصول الکرنی ص ۱۱۸ از مجموعہ قواعد السنہ)

ترجمہ:..... ہر وہ آیت جو ہمارے ائمہ احناف کے قول کے

خلاف ہو تو اس کو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر راجح۔

جناب علی عبدی صاحب یہ آپ کی جہالت کی واضح دلیل ہے کہ آپ نے

اصول کرنی کی اس عبارت سے ہمارا مذہب یہ سمجھ لیا ہے کہ اہل سنت صحابہ کے قول سے

قرآن کو نسخ کر دیتے ہیں اور یہ بھی جناب کا جہل مرکب ہے کہ اصول کرنی کی عبارت

میں ”اصحابنا“ سے حضور ﷺ کے صحابہ کرام مراد سمجھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہاں

”اصحابنا“ سے مراد ائمہ حنفیہ ہیں نہ کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ۔

اصول کرنی کی اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی مقلد کے سامنے اپنے

ائمہ مجتہدین کا کوئی ایسا قول پیش آ جائے جو بظاہر کسی آیت کے مخالف نظر آوے تو اس

مقلد کو جب کہ یہ اطمینان اور یقین ہے کہ اس کے ائمہ مجتہدین قرآن اور حدیث کے

خلاف کوئی حکم نہیں دے سکتے بلکہ ان کے تمام تر مسائل قرآن اور حدیث پر مبنی ہیں تو

اب وہ یہ اعتقاد کریں کہ جب ائمہ کا قول کسی آیت کے ظاہری مفہوم کے مخالف ہے تو

ان ائمہ کو اس آیت کی ناسخ کوئی دوسری آیت یا حدیث صحیح معلوم ہوگی، اس لئے انہوں نے اس آیت کے خلاف یہ حکم صحیح اور مسئلہ بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ آیت منسوخ تھی، اور دوسری آیت میں بیان کردہ مسئلہ ثابت تھا جس کا اس وقت تک اس مقلد کو علم حاصل نہیں ہو سکا۔

اس اصول کرنی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو آیت کسی صحابی کے قول کے خلاف ہو بس اس آیت کو منسوخ کر دو بوجہ صحابہ کے قول کے۔ علی عبدی صاحب آپ یا تو یہ کہ اور فریب بازی کی عادت سے مجبور ہیں یا بوجہ جہالت اس کا مطلب نہیں سمجھتے۔ (س نمبر ۶):..... سورۃ الحمد میں عمر ابن خطاب غیر الضالین پڑھتے تھے۔

(جواب :-) جناب علی عبدی صاحب مقولہ مشہور ہے کہ ”المعترض کا لاعمی“ یعنی معترض اندھے کی طرح ہوتا ہے یعنی اس کو بس صرف اعتراض کرنے کا شوق ہوتا ہے باقی یہ خبر نہیں ہوتی کہ یہ اعتراض بن بھی سکتا ہے کہ نہیں، آپ کو بھی میرے خیال میں یہی عذر لاحق ہے کیونکہ خود آپ کی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ اختلاف قرأت میں سے ہے، تحریف قرآن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں چنانچہ آپ کے شیخ طبرستانی تفسیر مجمع البیان میں ہے۔

وقرأ صراط من النعمت عليهم عمر بن الخطاب

وعمر بن عبد الله الزبيري وروى ذلك عن اهل

البيت عليهم السلام..... وقرأ غير الضالين عمر بن

الخطاب وروى ذلك عن علي عليه السلام.

(مجمع البیان ۱/۲۸۱، ط: شركة المعارف الاسلامیہ)

ترجمہ:..... اور عمر بن خطاب اور عمرو بن عبد اللہ الزبیری نے
 ”صراط من انعمت علیہم“ پڑھا اور یہی اہل بیت علیہم السلام سے
 مروی ہے..... اور عمر بن خطاب نے ”غیر الضالین“ پڑھا او
 رہی علی علیہ السلام سے روایت ہے۔

اور علامہ نوری نے فصل الخطاب میں ص ۲۵۳ پر آپ کے ائمہ معصومین پر
 اہل بیت سے ایک درجن سے زیادہ روایتیں اس کے متعلق نقل کی ہیں۔
 (س نمبر ۷):..... عائشہ کہتی ہے کہ جم اور رضاعت کی آیت..... الخ؟
 (جواب:-) علی عبدی صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے قرآن کا خدا محافظ
 ہے جیسا کہ فرمایا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون O (سورۃ
 الحجر:)

ہم نے ہی قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا۔

لا یأتیہ الباطل من بین یدیه ولا من خلفہ.

ترجمہ:..... باطل اس کے پاس نہ سامنے سے آسکتا ہے اور نہ

پچھے سے،

اور ہمارا قرآن صرف کاغذوں میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بل ہوایت بینت فی صدور الذین اتوا العلم. (سورۃ

العنکبوت:)

ترجمہ:..... بلکہ یہ آیات بیانات ہیں جو سمجھ والوں کے سینوں میں
موجود ہیں۔

تو ترجم کی آیت جیسا کہ جواب نمبر ۳ میں گذر گیا منسوخ التلاوت ہے اس وجہ سے
قرآن میں درج نہیں ہے نہ اس لئے کہ اس کو بکری کھا گئی۔

اسی طرح عشر رضعات والی آیت بھی منسوخ ہے اگر آپ اسی ابن ماجہ سے
کچھ آگے پیچھے نظر ڈالتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ حقیقت کیا ہے اور انشاء اللہ آپ کو
اعتراض کا موقع نہ ملتا۔

چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے:

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان فیما انزل اللہ
من القرآن ثم سقط، لا یحرم الا عشر رضعات
او خمس معلومات

(ابن ماجہ، باب الاحرام المحصنة والمحصتان، ۳/۳۷۱، ط: دار الجلیل بیروت)

ترجمہ:..... ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ”لا
یحرم الا عشر رضعات او خمس معلومات“ قرآن
میں نازل ہوئی تھی پھر منسوخ ہو گئی۔“

”ثم سقط“ کا معنی ابن ماجہ ہی کے حاشیہ میں ”ثم نسخ“ کیا گیا ہے اور
مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نسخ کی روایت صراحتاً منقول ہے:

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان فیما
انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرم من ثم

نسخن. (مشکوٰۃ)

ترجمہ:..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن میں ”عشر رضعات معلومات یحرمن“ نازل ہوئی تھی پھر منسوخ کر دی گئی۔

تو معلوم ہوا کہ عشر رضعات کا قرآن میں درج نہ ہونا بوجہ نسخ کے ہے نہ اس لئے کہ اس کو بکری کھا گئی کیونکہ اگر یہ آیات حضرت عائشہ کے نزدیک قرآن کا جزء ہوتیں تو وہ کم از کم ان کو تو یاد ہوتیں، اور وہ ان کو قرآن کریم کے نسخوں میں درج کراتیں لیکن انہوں نے ساری عمر ایسی کوشش نہیں کی، اس سے صاف واضح ہے کہ خود حضرت عائشہ کے نزدیک یہ آیات محض علمی یادگار کی حیثیت رکھتی تھیں، اور قرآن کریم کی دوسری آیات کی طرح اس کو مصحف میں درج کرانے کا کوئی اہتمام ان کے پیش نظر بھی نہیں تھا۔

لہذا عبدی صاحب! اگر منسوخ چیزوں کو بکری کھا گئی تو اہل سنت کے قرآن میں کون سا نقص آ گیا۔ بلکہ بالفرض اگر غیر منسوخ قرآن کے ورقوں کو بھی کوئی بکری یا دشمن قرآن کھا جائے تو اہل سنت کے سینے خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن کو محفوظ کرنے کے لئے موجود ہیں۔

(س نمبر ۸):..... عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ آیت عشر رضعات (معلومات الخ؟)

(جواب :-) جواب سے قبل یہ واضح ہو کہ عبدی صاحب نے شیعوں کی پرانی عادت (دھوکہ دہی) سے مجبور ہو کر جگہ جگہ ہماری کتابوں کے حوالہ جات میں تحریف کرتے

ہوئے ”جواب نہیں ہے“ کا جملہ اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اور اس کے بعد کتاب کا صفحہ نمبر، جلد نمبر لکھا ہے جس سے عبارت کا مفہوم بگڑ جاتا ہے اور تحریف کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ قدر۔

”عشر رضعات“ والی آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں جواب نمبر ۷ میں تفصیل گذر چکی ہے مزید وضاحت کے لئے ہماری کتاب تفسیر اتقان کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

الرابعة النسخ في القرآن على ثلاثة اضراب احدها
 ما نسخ تلاوته وحكمه معا قالت عائشة كان فيما
 انزل عشر رضعات معلومات فنسخن بنحو خمس
 معلومات فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وهن مما يقرأ من القرآن رواه الشيخان وقد تكلموا
 في قولها وهن مما يقرأ من القرآن فان ظاهره بقاء
 التلاوة وليس كذلك.

واجيب بان المراد قارب الوفاة أو ان التلاوة نسخت بينما
 ولم يبلغ ذلك كل الناس الا بعد وفاة رسول الله صلى الله
 عليه وسلم فتوفي وبعض الناس يقرؤنها وقال أبو موسى الا
 شعري نزلت ثم دفعت وقال مكى هذا المثل فيه المنسوخ
 غير متلو والناسخ ايضاً ولا اعلم له نظير..... الخ

(الاتقان فی علوم القرآن، انواع الساج والاربعون فی نسخہ منسوخہ، ۲۲/۲، ط: مکتبہ مصطفیٰ البانی مصر)

ترجمہ:..... مسئلہ ہفتم:..... قرآن میں نسخ کی تین قسمیں ہیں

۔ (۱) وہ نسخ کہ اس کی تلاوت اور اس کا حکم دونوں ساتھ ساتھ

منسوخ ہو گئے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ”کان فیما

انزل عشر رضعات ففسخن..... الخ“ یہ روایت شیخین

کی ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول

”وہن مما یقرأ من القرآن“ میں کلام کیا ہے۔ کیونکہ اس

قول کے ظاہر سے تلاوت کا باقی رہنا سمجھا جاتا ہے حالانکہ

صورت واقعہ اس کے برعکس تھی۔

اس اعتراض کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ کی

مراد ”فتویٰ“ سے یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کی وفات کا وقت

قریب آ گیا تھا یا یہ کہ تلاوت بھی منسوخ ہو گئی تھی مگر صحابہ ”کو یہ

بات حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہی معلوم ہو سکی، اس لئے

آپ کی وفات کے وقت کچھ صحابہ اس منسوخ آیت کو نادانستگی

سے پڑھتے بھی تھے۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت

نازل ہوئی اور پھر اس کا رفع ہو گیا (اٹھالی گئی) مکی نے کہا ہے کہ

اس مثال میں منسوخ غیر منکوح ہے اور نسخ بھی غیر منکوح ہے اور اس

کی کوئی اور نظیر مجھے معلوم نہیں ہوئی..... الخ۔

تو عبدی صاحب! اگر ہمارے قرآن میں منسوخ آیات درج نہیں ہوئیں تو

اس سے قرآن میں کون سا نقص پیدا ہو گیا۔

(س نمبر ۹):..... (سورۃ ال عمران آیت: ۱۳۴؟)

(جواب :-) اس آیت کریمہ میں ”قد خلت من قبلہ الرسل“ میں لفظ الرسل کی نحوی تحقیق کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے لکھا ہے:

”الرسل“ میں لام استغراق نہیں، لام جنس ہے کیونکہ اثبات

مدعا میں استغراق کو کوئی دخل نہیں..... اس کی تائید اس سے ہوتی

ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف اور ابن عباسؓ کی قرأت میں

”الرسل“ نہیں ”رسل“ نکرہ ہے۔

عبدی صاحب نے یہاں بھی صرف اعتراض کرنے کا شوق پورا کیا ہے

تحریف کا یہاں کوئی شائبہ بھی نہیں، حضرت ابن عباسؓ کی قرأت میں بجائے الرسل

کے رسل ہونا تحریف نہیں بلکہ اختلاف قرأت ہے اور اختلاف قرأت کوئی عمل

اعتراض چیز نہیں، نہ ہی اس سے قرآن میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہے۔

جناب کو اگر ہمت ہے تو کوئی ایک روایت تحریف قرآن کی دکھادیں اور کھیچے بیانی

سے گریز کریں۔

(س نمبر ۱۰):..... سورۃ النساء آیت: ۱۳ متعدد صحابہ کی قرأت میں ولہ..... الخ؟)

(جواب :-) اس آیت کریمہ میں حضرت عثمانی صاحبؒ نے ”ولہ اخ او اخت“ کی

تفسیر فرمائی ہے کہ اس سے مراد ماں شریک بھائی بہن ہیں جن کو اخیانی کہتے ہیں اور

اس معنی کی تائید ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”چنانچہ متعدد صحابہ کی قرأت میں ”ولہ اخ او اخت“ کے بعد

”من الام“ کا کلمہ صریح موجود ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے۔“

اس میں بھی اختلاف قرأت کا ذکر ہے تحریف کے ساتھ اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ لیکن یہ مسلم بات ہے کہ جس رنگ کا چشمہ پہنا ہوا ہو ہر چیز اس رنگ میں نظر آتی ہے۔

(س نمبر ۱۱)..... سورة الانعام آیت: ۱۵۸، ابن المنیر وغیرہ محققین الخ۔

(جواب :-) جناب علی عبدی صاحب! واقعی جہالت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی: بسنا یہ قرآن دشمنی کا نتیجہ ہے کہ سیدھی چیز بھی ٹیڑھی نظر آتی ہے پہلے میں تفسیر عثمانی کی یہی عبارت نقل کرتا ہوں، پھر اپنے کسی عقلمند کو دکھا دو کہ اس میں تحریف قرآن کے معانی کوئی بات ہے؟

قرآن کریم کی آیت ”یوم یأتی بعض ایت ربک لا ینفع نفساً ایمانہا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیراً“ کی غری ترکیب بتاتے ہوئے حضرت مولانا عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔

”اور جملہ ”او کسبت فی ایمانہا“ کا عطف ”امنت من

قبل“ پر ہے۔

اور تقدیر عبارت کی ابن المنیر وغیرہ محققین کے نزدیک یوں ہے۔

لا ینفع نفساً ایما نہا او کسبھا خیراً لم تکن امنت من

قبل او کسبت فی ایمانہا خیراً الخ۔“

ہر عقلمند آدمی اس عبارت کو دیکھ کر بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آیت کا مفہوم و معنی عربی زبان میں یہ ہے، لیکن جس بیچارے کو علوم عربی اور قواعد عربی سے کوئی واسطہ نہ ہو

تو وہ تو یہی کہہ گا کہ قرآن میں غلطی ہے۔ نعوذ باللہ۔

(س نمبر ۱۲):.....سورۃ مریم آیت: ۵۵ عبد اللہ ابن مسعود کے مصحف میں اہلہ النخ

(جواب :-) آیت کریمہ ”وکان یا مراہلہ بالصلوۃ والزکوۃ“ کی تشریح

کرتے ہوئے حضرت عثمانی صاحبؓ لکھتے ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ یہاں ”اہلہ“ سے ان کی ساری قوم مراد ہے۔

چنانچہ (حضرت) عبد اللہ بن مسعود کے مصحف میں ”اہلہ“ کی

جگہ ”قومہ“ تھا، واللہ اعلم۔

اس میں بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود کی قرأت بتائی ہے کہ اس میں بجائے

اہلہ کے قومہ تھا تحریف کے ساتھ اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

(س نمبر ۱۳):.....(سورۃ النور آیت: ۲۰ آیت رجم؟)

(جواب :-) آیت رجم کی نسخ کی تفصیل تو جواب نمبر ۳ میں گذر گئی ہے یہاں صرف

آپ کا دھوکہ کھولنے کے لئے تفسیر عثمانی کی عبارت نقل کی جاتی ہے جس سے کوئی کام

آدی بھی تحریف نہیں سمجھے گا چہ جائیکہ کوئی عقلمند۔

چنانچہ تفسیر عثمانی میں ہے

.....کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب رجم محسن کے متعلق یہ

اندیشہ ہوا بلکہ مکشوف ہو گیا کہ آگے چل کر بعض زانیین اس کا

انکار کرنے لگیں گے (چنانچہ خوارج نے اور ہمارے زمانے کے

ایک مسموخ فرقہ نے کیا) تو آپ نے منبر پر چڑھ کر صحابہ

و تابعین کے مجمع میں اس حکم خداوندی کا بہت شہوت سے اعلان

فرمایا اور اس میں قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دیا جس میں رحم
محسن کا صریح حکم تھا اور جس کی تلاوت گو بعد میں منسوخ ہوگئی
مگر حکم باقی رہا۔

عبدی صاحب آپ ان منقولہ عبارت کو اس عبارت سے ملاؤ آپ کو خود
اپنی عبارت کا غلط ہونا معلوم ہو جائے گا، سارے شیعہ مل کر بھی ایک روایت تحریف کی
دکھادیں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔ اس سے کام نہیں بنتا کہ توڑ مروڑ کر عبارتیں
لکھ دو اور کہہ دو کہ تحریف ثابت ہوگئی۔ (اللہ حافظنا)

(س نمبر ۱۴):..... (سورۃ العنکبوت آیت: ۱۱۱ ابن عباس کے نزدیک..... الخ؟)
(جواب :-) یہاں بھی تفسیر عثمانی کی عبارت غلط نقل کی ہے اور محبین قرآن کو دھوکہ دینے
کی ناکام کوشش کی ہے، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب آیت کریمہ ”ولیعامن
اللہ الذین امنوا وریعصوا“ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یعنی معلوم تو اسے پہلے ہی سے سب کچھ ہے لیکن اب تمہارے
اعمال و افعال کو دیکھ لے گا کہ کون اپنے کو سچا مومن ثابت کرنا
ہے اور کون جھوٹا دعا باز منافق ہے۔ تشبیہ اس قسم کے مواضع میں
”لیعلمن اللہ“ کے معنی ”لیسیرین اللہ“ کے لیثا ابن عباس
سے منقول ہے کہانی تفسیر ابن کثیر۔“ (تفسیر عثمانی)

جناب عبدی صاحب! یہاں پر حضرت نے صرف ”لیعلمن اللہ“ کا معنی
بیان کیا ہے آپ اس کو تحریف کی طرف کھینچنے کی کوشش ناکام و ہوس خام سے گریز
کریں کیونکہ اس طرح کرنے سے سوازلت و رسوائی کے اور کچھ نصیب نہ ہوگا۔

(س نمبر ۱۵)..... (سورۃ احزاب آیت تطہیر بحوالہ مسند احمد الخ ۲)

(جواب :-) عبدی صاحب! ”نقل راعقل باید“ (نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہے۔“)

چونکہ شیعہ اس بات کے منکر ہیں کہ آیت تطہیر میں ازواج مطہرات کو مراد لیا جائے جیسا کہ ”ترجمہ فرمان علی“ وغیرہ میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ یہ آیت درحقیقت یہاں نہیں تھی تحریف کر کے یہاں داخل کی گئی ہے تو اس بات کو رد کرتے ہیں، اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ازواج مطہرات ہی یہاں مراد ہیں حضرت ۶۴؎ صاحب نے تحقیقی بحث کی ہے اور اس کے لئے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

”بہر حال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا

یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اولاً ان ہی سے ہے لیکن چونکہ

اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل

ہیں بلکہ بعض حیثیت سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ

مسند احمد کی ایک روایت میں احق کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس لئے آپ ﷺ کا حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ

عنہم کو ایک چادر میں لے کر ”اللہم هؤلاء اہل بیتی“ الخ

وغیرہ فرمانا یا حضرت فاطمہؑ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے

”الصلوة اہل البیت یرید اللہ لیدھب عنکم الرجس“ الخ سے

خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا

نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور ان ہی سے مخاطب ہو رہا

ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت
تطہیر کے اہل ہیں باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی
اولین مخاطب تھیں اس لئے ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور
تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ "واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔"

(تفسیر عثمانی، حاشیہ سورۃ الاحزاب آیت ۲۳)

یہ ہے جناب تفسیر عثمانی کی عبارت اس میں تو کہیں بھی یہ بات نہیں ہے کہ
پختن پاک کے نام صریحاً قرآن میں تھے۔ مذکورہ بالا عبارت پڑھ کر اپنی غلط فہمی دور
کرنے کی کوشش کیجئے، شاید بات سمجھ میں آجائے۔

(س نمبر ۱۶):..... (سورۃ احزاب آیت ۶: ابن ابی کعب کی قرأت میں..... اور ابن)

(جواب :-) تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

".....مومن (من حیث ہو مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے

کے لئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر

اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس

اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے

بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بنا پر

کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس

سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد

میں "انما انا لکم بمنزلة الوالد الخ." اور ابی بن کعب

وغیرہ کی قرأت میں آیت "النسبی اولیٰ بالمؤمنین" الخ کے

ساتھ ”وہو اب لہم“ کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔“

تو اس عبارت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کا ذکر ہے اور اختلاف قرأت کو تحریف نہیں کہتے، اگر تحریف کی کوئی روایت ہو تو دکھاؤ ویسے اٹنے سیدھے اعتراضات کے ذریعہ نہ اپنا وقت ضائع کریں نہ کسی اور کا۔ نیز یہ نام ابن ابی کعب نہیں ہے بلکہ ابی بن کعب ہے۔

(س نمبر ۱۷):..... (سورۃ یس آیت: ۳۵ لیا کلوا من ثمرہ..... الخ؟)

(جواب :-) یہاں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کا ذکر ہے اس کا تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے بس آپ کو تو ہر جگہ تحریف نظر آتی ہے، یقیناً یہ قرآنِ شہی کا نتیجہ ہے۔

(س نمبر ۱۸):..... (سورۃ الصافات: ۱۳۰ - سلام علی ال یاسین..... الخ؟)

(جواب :-) تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ ہو!

”الیاس کو ”الیاسین“ بھی کہتے ہیں کہ جیسے ”طور سینا“ کو

”طور سینین“ کہہ دیا جاتا ہے یا ”الیاسین“ سے حضرت

الیاس کے قبوعین مراد ہوں۔ اور بعض نے ”آل یاسین“ بھی

پڑھا ہے“ یہ عبارت بھی اختلاف قرأت کو ظاہر کرتی ہے نہ

تحریف کو۔ فافہم۔

(س نمبر ۱۹):..... (سورۃ الزمر: ۱۵۳ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً کو..... الخ؟)

(جواب :-) عبدی صاحب! دراصل آپ تحریف کے مفہوم کو ہی نہیں سمجھتے اس لئے

ایسی بے تکی باتیں لکھی ہیں آپ کو چاہئے کہ نمونہ کے لئے پہلے اپنی کتابوں کو دیکھ لیں

تا کہ تحریف کا معنی سمجھنے میں آسانی ہو، یہاں پر حضرت نے صرف آیت کی تشریح کی ہے قرآن میں کوئی تغیر نہیں کیا ہے۔ تفکر۔

(س نمبر ۲۰):..... (سورۃ المؤمن: ۶ انہم اصحاب النار کو..... الخ؟)

(جواب :-) تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

تنبیہ بعض نے ”انہم اصحاب النار“ کو ”لا نہم“ کے معنی میں لے کر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گذشتہ منکروں کی طرح موجودہ منکروں پر بھی اللہ کی بات سچی ہے کیونکہ یہ بھی اصحاب النار میں سے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

اس عبارت میں آیت کے دو مفہوموں میں سے دوسرا مفہوم بیان کیا ہے۔

تحریف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (کسی نے سچ کہا۔ المعترض کا لاعمی)

(س نمبر ۲۱):..... (سورۃ الشوریٰ آیت: ۲۳ ”قربسی“ سے مراد بعض علماء نے اس

بیت کی محبت مراد لی ہے؟)

(جواب :-) عبدی صاحب جناب نے اعتراض کرنے کے شوق میں اتنا تکلّف ہی

گوارا نہیں کیا کہ تفسیر عثمانی کی عبارت کسی پڑھے لکھے کو دکھا کر سمجھ لیتے، جناب سے

گزارش ہے کہ حضرت عثمانی صاحب نے بعض علماء کے مذکورہ قول کو رد کرنے کے

لئے ذکر کیا ہے نہ کہ اپنے مذہب کو بیان کرنے کے لئے، نیز نہ اس کا تحریف کے ساتھ

کوئی تعلق ہے، ذیل میں تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ کیجئے پھر بھی اگر سمجھنے میں کوئی

دشواری ہو تو کسی ذی علم کی طرف رجوع کرنے میں سکی محسوس نہ کریں۔

چنانچہ تفسیر عثمانی میں ”الا المودۃ فی القربسی“ کا صحیح مطلب بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

بعض علماء نے ”مودۃ فی القربی“ سے اہل بیت نبوی کی محبت مراد لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا، بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت اور اقارب نبی کریم ﷺ کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم و واجب اور جزو ایمان ہے اور ان سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضور ﷺ کی محبت پر متفرغ ہے لیکن آیت ہذا کی تفسیر اس طرح کرنا شان نزول اور روایات صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضور ﷺ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی)

(س نمبر ۲۲):..... (سورۃ الحدید آیت: ۲۹- لئلا یعلم اصل میں لکنی یعلم ہے؟)

(جواب :-) جناب نے دھوکہ دینے کے لئے تفسیر عثمانی کی عبارت بھی غلط نقل کی ہے۔ تفسیر عثمانی کی اصل عبارت یوں ہے۔

”..... اکثر سلف سے یہ منقول ہے کہ یہاں ”لئلا یعلم“ بمعنی

”لکنی یعلم“ کے ہے۔ (تفسیر عثمانی)

یہاں ایک نحوی قاعدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آیت کی دوسری توجیہ یہ بیان کی ہے۔ آپ کا یہ اعتراض اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ قرآن فہمی کے لئے مطلوب علوم میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مس نہیں رکھتے آپ صرف اعتراض برائے اعتراض کرنا جانتے ہیں۔

(س نمبر ۲۳):..... (سورۃ طلاق آیت: ۶- اسکنوہن من حیث سکنتم

..... الخ؟)

(جواب:-) یہ بھی اختلاف قرأت کی قبیل سے ہے جو قابل اعتراض نہیں بلکہ باعث رحمت ہے۔

(س نمبر ۲۳):..... معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور والناس..... الخ؟)
 (جواب:-) عبدی صاحب آپ کا سینوں کو دھوکہ دینا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے یہ بات ماضی سے شیعوں کی تاریخ میں چلتی آ رہی ہے، آپ سے پہلے آپ کے بڑوں نے اس قسم کی ناکام کوششیں کی ہیں، اور ہماری کتابوں کے حوالہ جات کی قطع و برید کر کے پیش کئے ہیں کیونکہ ہماری کتابوں سے حقیقتاً تو تحریف کی کوئی روایت ان کو ملی نہیں تو مجبوراً معارضہ بالمثل کے لئے ان کو اس قسم کی دھاندلی اور دھوکہ دہی سے کام لینا پڑا۔ آپ نے بھی اپنے اکابرین کی اتباع کرتے ہوئے تفسیر عثمانی کی عبارت پیش کرنے میں دھوکہ کیا لہذا ہم تفسیر عثمانی کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

چنانچہ تفسیر عثمانی میں ہے:

(سنبیہ دوم) معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع

ہے اور ان کے عہد سے آج تک بتواتر ثابت ہے۔ صرف ابن

مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ان دو سورتوں کو اپنے مصحف میں

نہیں لکھتے تھے۔ لیکن واضح رہے کہ ان کو بھی ان سورتوں کے

کلام اللہ ہونے میں شبہ نہ تھا۔ وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے

اور لاریب آسمان سے اترا ہے۔ مگر ان کے نازل کرنے کا

مقصود رقیہ اور علاج تھا۔ معلوم نہیں کہ تلاوت کی غرض سے اتاری

گئی یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور اس قرآن میں شامل کرنا جس کی تلاوت نماز وغیرہ میں مطلوب ہے، خلاف احتیاط ہے روح البیان میں ہے۔

”انہ کان لا یعد المعوذتین من القرآن وکان لایکتبہما فی مصحفہ یقول انہما منزلتان من السماء وھما من کلام رب العالمین ولکن النبی علیہ الصلاۃ والسلام کان یرقی ویعوذ بہما فاشتبه علیہ انہما من القرآن اولیستا منہ فلم یکتبہما فی المصحف“ .

(صنۃ ۷۲۳ ہجری)

قاضی ابوبکر باقلانی لکھتے ہیں:

”لم ینکر ابن مسعود کونہما من القران وانما انکر اثباتہما فی المصحف فانہ کان یری ان لایکتب فی المصحف شیئا الا ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی کتابتہ فیہ وکانہ لم یبلغہ الاذن

(فتح الباری ۵۷۱۵)

بہر حال ان کی یہ رائے بھی شخصی اور انفرادی تھی اور جیسا کہ بزار نے تصریح کی ہے کسی ایک صحابی نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور بہت ممکن ہے کہ جب تو اتر سے ان کو ثابت ہو گیا ہو کہ یہ بھی قرآن مملو ہے تو اپنی رائے پر قائم نہ رہے ہوں۔ اس کے

علاوہ ان کی یہ انفرادی رائی بھی محض خبر واحد سے معلوم ہوئی ہے جو تواتر قرآن کے مقابلہ میں قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔ شرح مواقف میں ہے:

ان اختلاف الصحابة في بعض سور القرآن مروى
بالاحاد المفيدة للظن ومجموع القرآن منقول
بالتواتر المفيد لليقين الذي يضمحل الظن في
مقابلته فتلك الاحاد مما لا يلتفت اليه ثم ان سلمنا
اختلافهم فيما ذكر قلنا انهم لم يختلفوا في نزوله
بل في مجرد كونه من القرآن وذلك لا يضر فيما
نحن بصددہ..... الخ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

واجيب باحتمال انه كان متواتراً في عصر ابن
مسعود لكن لم يتواتر عند ابن مسعود فاحلت
العقدة بعون الله تعالى..... الخ

اور صاحب المعانی کہتے ہیں:

ولعل ابن مسعود رجع عن ذلك..... الخ (تفسیر عثمانی)

یہ تھنی جناب تفسیر عثمانی کی پوری عبارت جو من وعن نقل کی گئی۔ اس میں واضح طور پر بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو معوذتین کی قرآنیت کا ہرگز انکار نہیں تھا، ان کو صرف یہ ترود تھا کہ آیا یہ قرآن متلو ہے یا محض رقیہ کے لئے نازل ہوئی تھیں۔ اب اہل سنت کی دوسری کتابوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ وہ

معوذتین کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

چنانچہ شرح المہذب میں علامہ نوویؒ کہتے ہیں:

اجمع المسلمون على أن المعوذتين والفاحة من
القرآن وان من جحد منها شياً كفر.

(بحوالہ تہذیب الخارین، صفحہ ۱۰۰)

ترجمہ:- تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن
ہیں۔ جو شخص ان کی قرآنیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

اور محلی ابن حزم صفحہ ۱۳ جزو نمبر ۱، مسئلہ نمبر ۲۱ میں ہے:

وان القرآن الذى فى المصاحف بايدى المسلمين شرقا
وغربا فما بين ذلك من اول القرآن الى اخر المعوذتين
كلام الله عزوجل ووحيه انزله على قلب نبيه محمد صلى
الله عليه وسلم من كفر بحرف منه فهو كافر.

(تہذیب الخارین، ص ۸۲)

ترجمہ:- جو قرآن مجید مسلمانوں کے ہاتھ میں شرقاً و غرباً ہے ان
مصاحف میں اول قرآن سے لے کر معوذتین کے اخیر تک
ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وحی ہے جو کہ اپنے نبی محمد
ﷺ کے قلب مبارک پر اتارا تھا۔ جو شخص اس کے ایک حرف کا
منکر ہو وہ کافر ہے۔

نیز یہی علامہ ابن حزم اپنی کتاب الفصل فی السئل والنحل جلد ثانی صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں:

واما قولهم ان مصحف ابن مسعود خلاف مصحفنا

(بحوالہ تنبیہ الحائرین، ص ۸۳)

ترجمہ:- رہا لوگوں کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود کا مصحف ہمارے مصحف کے خلاف تھا تو یہ بالکل غلط اور جھوٹ اور بہتان ہے۔

عبدی صاحب! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ہمارے اسلاف اور پیشرو معوذتین کو قرآن نہیں مانتے تھے تو پھر موجودہ قرآن میں معوذتین کو کس نے لکھا ہے؟ کیا یہ قرآن ہمارے مرشدوں اور پیشواؤں کا جمع کیا ہوا نہیں ہے؟ کیا آپ کے شیعوں نے اس کو جمع کر کے معوذتین کو اس میں شامل کیا ہے؟

جب قرآن مجید ہمارا جمع کیا ہوا ہے، جیسا کہ آپ کے شیعہ بھی اسے معترف ہیں تو بالفرض اگر ہم معوذتین کی قرآنیت کے منکر ہوتے تو ہم ان کو خارج کر دیتے۔ ہمارا قرآن میں ان کو لکھنا صراحتاً ثابت کرتا ہے کہ ہم ان کی قرآنیت کے قائل ہیں۔ (فتفکر و تدبیر)

(س نمبر ۲۵) معاذ اللہ آنحضرت پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی..... الخ؟

(جواب:-) پہلی بات یہ ہے کہ اس کا تحریف قرآن کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ یہاں پر بھی حسب عادت تفسیر عثمانی کی عبارت لکھنے میں دھوکہ و فریب سے کام لیا ہے۔ ذیل میں تفسیر عثمانی کی صحیح عبارت ملاحظہ ہو۔

”(تنبیہ) کئی صحابہ مثلاً عائشہ صدیقہ، ابن عباس، زید بن ارقم

رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر بعض یہود نے

سحر کیا۔ جس کے اثر سے ایک طرح کا مرض سا بدن مبارک کو

لاحق ہو گیا۔ اس دوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ ایک

دنوی کام کر چکے ہیں، مگر خیال گزرتا کہ نہیں کیا۔ یا ایک کام نہیں کیا اور خیال ہوتا تھا کہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاج کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ دوسورتیں نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے۔ جس پر آج تک کسی محدث نے جرح نہیں کی اور اس طرح کی کیفیت منصب رسالت کے قطعاً منافی نہیں۔ جیسے آپ ﷺ کبھی کبھی بیمار ہوئے۔ بعض اوقات غشی طاری ہو گئی یا کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا ”انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی“ (میں بھی ایک بشر ہی ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو، میں بھی بھولتا ہوں، جب میں بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔)..... الخ“

اس عبارت کو پڑھنے کے بعد کسی اور جواب کی ضرورت نہیں، مزید تفصیلات کے لئے تفسیر عثمانی دیکھی جاسکتی ہے۔

(س نمبر ۲۶) زید بن ثابت نے جب قرآن جمع کیا اور ابو بکر میں تو..... الخ؟

(س نمبر ۲۷) جب عمر بن خطاب نے آیہ رجم پیش کی تو اسے..... الخ؟

(جواب :-) علی عبدی صاحب آپ کے ہر سوال سے جامعین قرآن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بغض و عناد معلوم ہو رہا ہے۔ کیونکہ آپ نے کہیں پر بھی کسی صحابی کے نام کے ساتھ کوئی ادب کا صیغہ استعمال کرنا گوارا نہیں کیا۔ جناب عبدی صاحب! آپ جس بات کو اعتراض بنا کر پیش کر رہے ہیں یہی تو اس جماعت کی خوبی ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ جمع قرآن میں صحابہؓ نے کتنا کمال احتیاط سے کام لیا کہ جب تک

شرعی شہادت پوری نہ ہوئی اس وقت تک کوئی آیت قرآن کریم میں درج نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ خلفاء راشدین جن پر بعض ظالم یہ بہتان لگاتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم میں اپنی مرضی سے تغیر و تبدل کیا اور کمی زیادتی کی۔ خود ان کا یہ حال ہے کہ وہ ایک آیت پیش کرتے ہیں، لیکن اس پر حسب شرط شرعی شہادت میسر نہ ہوئی تو ان کا قول بھی قبول نہ ہوا۔ اس سے بڑھ کر ایمانداری اور دیانتداری اور کیا ہوگی۔ آپ کے ان دو اعتراضات کو تو ہم اپنا فخر سمجھتے ہیں کہ ہمارے صحابہؓ نے قرآن کو کس کمال احتیاط سے جمع فرمایا۔ مگر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس کمال احتیاط کے باوجود حضرات صحابہؓ پر تحریف کا الزام لگاتا ہے؟ درجہ کی شوخ چشمی نہیں؟ اسی تفسیر اتقان میں اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

..... فكان يفعل ذلك مبالغة في الاحتياط .

(الاتقان، النوع الثامن عشر، ۵۸)

ترجمہ:- ”غرضیکہ قرآن مکتوب کے موجود پانے اور خود حافظ قرآن ہونے کے باوجود ان کا دو شہادتوں کو بھی بہم پہنچا کر اسے مصحف میں تحریر کرنا حد درجہ کی احتیاط تھی۔“

نیز ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہما کیلئے کی گواہی کو کیوں قبول کی گئی، اس کے بارے میں خود اسی تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ:

وكان الناس يأتون زيد بن ثابت فكان لا يكتب آية الا بشاهدي عدل وان آخر سورة براءة لم توجد الا مع ابي خزيمه بن ثابت فقال اكتبوها فان رسول الله صلى عليه وسلم جعل شهادته بشهادة رجلين فكتب وان

عمراتی بایة الرجم فلم یکتبها لانه کان وحده .

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن عشر فی جمعه وترتیبہ، ۵۸/۱)

ترجمہ:- ”لوگ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس قرآن کو لاتے تھے اور وہ بغیر دو معتبر گواہ لئے ہوئے اسے نہ لکھتے تھے اور سورۃ براءۃ کا خاتمہ محض ابو خزیمہ بن ثابتؓ کے پاس سے ملا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس کو لکھ لو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ابو خزیمہؓ کی شہادت دو گواہوں کے برابر مانی ہے۔ چنانچہ زیدؓ نے اسے لکھ لیا۔ مگر حضرت عمرؓ نے آیۃ الرجم پیش کی تو اسے نہیں لکھا، کیونکہ اس بارے میں تنہا حضرت عمرؓ کے سوا اور کوئی شہادت بہم نہیں پہنچی۔

اب غور کریں کہ ہمارے صحابہؓ دین کے معاملہ میں کتنے محتاط تھے۔ سبحان اللہ۔ (س نمبر ۲۸) جب کفار مکہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا..... الخ؟

(جواب:-) اس سوال کا تحریف قرآن کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام کا دل ان کے لئے نرم ہو گیا تھا تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کو ہر وقت یہ فکر ہوتی تھی کہ کسی طریقہ سے میری قوم اسلام میں داخل ہو جائے۔ جیسا کہ اسی روایت میں ہے۔ ”وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشتد علیہ فراق قومہ ویحب اسلامہم“ اور حضور ﷺ کے قلب اطہر میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت رچی ہوئی تھی تو اس لئے آپ ﷺ سمجھے کہ محض بتوں کو چھونے سے اگر وہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو بہت

بڑے نقصان سے بچ جائیں گے اور میرے لئے اس میں کوئی ضرر کی بات نہیں، کیونکہ میرا دل تو شرک سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں شرک سے پاک ہوں۔ چنانچہ درمنثور میں اس روایت کے بعد متصلاً دوسری روایت میں ہے:

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وما على
لو فعلت والله يعلم مني خلافة؟

(درمنثور للسيوطي، الآية وان كانوا ليقتولكم الخ، ۳۱۸/۵، ط: دارالفکر بیروت۔)

تو اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں اور چھونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔
واللہ اعلم۔

(س نمبر ۲۹) سورة براءة طوالت میں سورة البقرہ کے ہم پلہ تھی..... الخ؟

(جواب :-) ہاں، واقعی سورة براءة طویل تھی، لیکن منسوخ ہو گئی۔ جیسا کہ تفسیر اتقان
ہی کی سینتالیسیوں نوع میں نسخ کی تیسری قسم ”مانسخ تلاوته دون حکمہ“ کے
ذیل میں لکھا ہے:

وفي المستدرک عن حذيفة قال ماتقرون ربعا
يعنى براءة .

(النوع السابع والاربعون في ما نسخ ومنسوخه، ۲۶/۲، ط: حبر)

ترجمہ :- اور مستدرک میں حذیفہ سے مروی ہے کہ انہوں نے
فرمایا ”یہ جو تم پڑھتے ہو اس کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔“ یعنی سورة
براءة اب تم چوتھائی حصہ پڑھتے ہو۔

تو جناب ہم میں سے کسی نے بھی اس سے یہ نہیں سمجھا ہے کہ یہ محرف ہے،
بلکہ یہ منسوخ ہے اور منسوخ کے باب میں مذکور ہے اس کو تحریف سمجھنا محرفین کا کام ہے

نہ کہ ہم سنیوں کا۔

(س نمبر ۳۰) ابن مسعود نے چونکہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھا ہے..... نسخ؟

(جواب:-) معوذتین کے بارے میں تو تفصیلی جواب نمبر ۲۲ کے تحت گذر چکا ہے اور

حقیقت حال واضح کر دی گئی۔ رہی سورۃ الحقد والخلع تو اس کے بارے میں ہماری اسی

کتاب تفسیر ائقان میں سینتالیسویں نوع کے تحت نسخ کی تیسری قسم ”مانسخ تلاز نہ

دون حکمہ“ میں لکھا ہے:

قال الحسين بن المناري في كتابه الناسخ

والمنسوخ ومما رفع رسمه من القرآن ولم يرفع من

القلوب حفظه سورتا القنوت في الوتر وتسمى

سورتى الخلع والحقد.

(لائقان، النوع السابع والاربعون في ناسخ و منسوخ، ۲/۲۶، ط: مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر)

ترجمہ:- حسین بن المناری نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں

بیان کیا ہے کہ منجملہ ان چیزوں کے جن کی کتابت قرآن سے

اٹھالی گئی ہے، مگر اس کی یاد دلوں سے نہیں اٹھائی گئی، نماز وتر میں

پڑھی جانے والی قنوت کی دو سورتیں ہیں اور وہ سورۃ الخلع اور

سورۃ الحقد کہلاتی ہیں۔

تو اگر منسوخ سورتیں ہمارے قرآن میں درج نہیں ہوئی تو اس سے حفاظت قرآن

میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(س نمبر ۳۱) حدثنا اسماعيل بن ابراهيم عن ايوب عن نافع عن عبد الله

بن عمر بن الخطاب كذا بن عمر نے کہا..... نسخ؟

(جواب :-) عبدی صاحب تفسیر اتقان کی یہ روایت سند کے لحاظ سے نہایت ہی کمزور ہے۔ اس روایت میں راوی ہے اسماعیل بن ابراہیم جس کے متعلق محمد بن عبد اللہ نے فرمایا ”ضعیف جدا“ کہ نہایت ہی ضعیف ہے۔ ”قال ابن المدینی ضعیف وکذا ضعفه غیر واحد“ کہ علی بن مدینی نے فرمایا کہ اسماعیل راوی ضعیف ہے۔ اور اس طرح بہت سے محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال، ص ۹۹، بحوالہ فیصلہ کن مناظرہ، ص ۸۷)

جب اس روایت کا راوی ضعیف ہے تو روایت قابل اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ قرآن جو کہ متواتر ہے۔ اس کے مقابلہ میں تحریف قرآن ثابت کرے۔

دوسری بات یہ کہ یہ روایت تفسیر اتقان میں منسوخ التلاوت کی بحث میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابن عمر کا مقصد یہی ہے کہ قرآن مجید کا بہت سا حصہ منسوخ

ہونے کی وجہ سے اس مصحف میں نہیں ہے، لہذا یہ نہ کہے کہ مجھے پورا قرآن یاد ہے۔

اس لئے کہ جو منسوخ ہو چکا ہے وہ بھی تو قرآن تھا۔ حضرت ابن عمرؓ کے الفاظ میں کہ

”قد ذهب منه قرآن كثير“ تو اس میں ”ذهب“ کا لفظ نسخ پر دلالت کرتا ہے۔ اگر

تحریف کا بیان مقصود ہوتا تو یوں فرماتے ”قد اسقط المحرفون قرآنا كثيرا“

(تحریف کرنے والوں نے بہت سا قرآن ساقط کر دیا) حالانکہ یہ الفاظ نہیں فرمائے۔

بلکہ فرمایا ”ذهب قرآن كثير“ (بہت قرآن چلا گیا)۔ بوجہ نسخ کے، نہ کہ بوجہ تحریف۔

حضرت ابن عمرؓ کے مزاج میں اس قسم کی احتیاط بہت تھی۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ

کوئی نہ کہے ”صمت رمضان كله“ (میں نے کل رمضان کے روزے رکھے)

کیونکہ کل رمضان میں رات بھی داخل ہے اور کوئی شخص رات کو روزہ نہیں رکھتا۔

عبدی صاحب کو اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے تحریف کی کوئی روایت تو

ملتی نہیں اس لئے منسوخ التلاوت کی روایات کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

(س نمبر ۳۲، ۳۳، ۳۴.....)

(جواب :-) گزشتہ صفحات میں بالتفصیل یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب قرآن کریم کو مرتب شکل میں جمع کیا تو تمام منسوخ آیات اور تفسیری نوٹوں کو نکال دیا اور یہ کام تمام صحابہؓ کے مشورے اور اتھارٹی سے ہوا تا کہ بعد کی امت کو کسی قسم کا شبہ نہ لگے، اور ان کے اس کارنامہ کو پوری امت نے بنظر استحسان دیکھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ:

لَاتَقُولُوا فِي عَثْمَانَ الْاٰخِرَ اَفِوَاللّٰهِ مَا فَعَلَ الَّذِي فَعَلَ

فِي الْمَصَاحِفِ الْاٰءَن مَلَاَمْنَا (اخرجه ابن ابی داؤد

بسند صحیح)

(الاتقان فی علوم القرآن، ۱/۵۹، ط: کتب خانہ اکیڈمی، لاہور)

ترجمہ :- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی

بھلائی کے سوا نہ کہو۔ کیونکہ اللہ کے قسم انہوں نے مصاحف کے

معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی اور مشورے سے کیا۔

اور ایک اور روایت میں ہے:

وقد قال علی لو ولیت لعملت بالمصاحف التی

عمل بہا عثمان

(الاتقان، النوع الثامن عشر فی جمع وترتیبہ، ۱/۶۰)

ترجمہ :- اور تحقیق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حکمران

ہوتا تو مصاحف کے ساتھ وہی عمل کرتا جو حضرت عثمانؓ نے کیا۔

الغرض روایات میں جو تغیر کا لفظ آتا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ منسوخ آیات اور تفسیری نوٹوں کو نکال دیا، اس کو تحریف کہنا حماقت ہے، نیز تفسیر اتقان میں ان روایات کو نسخ کی تیسری قسم کی ذیل میں ذکر کیا ہے۔ اہلسنت میں سے کسی نے بھی ان سے تحریف نہیں سمجھا ہے۔

(س نمبر ۳۵) ابی موسیٰ الاشعری نے کہا ایک سورۃ، سورۃ براءت کی مثل نازل ہوئی تھی.....؟

(جواب :-) اس سوال میں بھی حسب عادت دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور تفسیر اتقان کی عبارت میں تحریف کرتے ہوئے ”دور عثمان میں“ کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ اصل عبارت میں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے۔ تفسیر اتقان کی عبارت ملاحظہ ہو:

”قال نزلت سورۃ نحو براءۃ ثم رفعت..... الخ

(الاتقان، ۲/۲۵)

ترجمہ:- ایک سورۃ سورۃ براءۃ کی مثل نازل ہوئی تھی۔ پھر وہ سورۃ

اٹھالی گئی۔ (منسوخ ہو گئی)۔

نیز یہ بھی تفسیر اتقان میں نسخ کے بحث میں مذکور ہے۔ ہم میں سے کسی نے بھی اس سے تحریف نہیں سمجھا ہے۔

(س نمبر ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱).....

(جواب :-) یہ تمام روایتیں بھی تفسیر اتقان میں نسخ کی تیسری قسم کی ذیل میں مذکور ہیں۔ بلکہ خود آپ کے شیعہ عالم علامہ طبرسی نے بھی اپنی تفسیر مجمع البیان میں یہ روایتیں نسخ کی قسموں میں ذکر کی ہیں، جس کی تفصیل نسخ کے بحث میں گذر گئی ہے۔ لہذا اس کو تحریف پر محمول کرنا سراسر ظلم ہے۔

(س نمبر ۴۲) ابن الضریس نے کتاب فضائل القرآن میں یعلیٰ بن حکیم کے واسطے سے..... الخ؟

(جواب :-) یہ روایت بھی اتقان میں نسخ کی تیسری قسم کی ذیل میں مذکور ہے اور ساتھ ہی حافظ ابن حجر کا یہ مقولہ ہے کہ:

وفيه اشارة إلى بيان السبب في رفع تلاوتها

وهو الاختلاف

(الاتقان، النوع السابع والاربعون في ما نسخ و منسوخ، ۲/۲۷، ط: مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ :- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آیت رجم

کی تلاوت رفع ہونے کا سبب بیان کرنے کی طرف اشارہ ہے

اور وہ سبب اختلاف ہے۔

لہذا عبدی صاحب کو چاہئے کہ حقیقت جاننے کی کوشش کریں اور بے تاملی

اعتراضات کے ذریعہ اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع نہ کریں۔

(س نمبر ۴۳، ۴۴، ۴۵).....

(جواب :-) جناب عبدی صاحب اگر آپ سنجیدگی سے علامہ سیوطی کی الاتقان فی

علوم القرآن دیکھ لیتے تو آپ کو اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ آپ کے سہ ہنوں

سے اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو آپ حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں یا پھر دھوکہ دینے کی

کوشش میں مصروف ہیں۔ کیونکہ جہاں سے آپ نے سوال نقل کئے ہیں وہیں پر سبب

اختلاف بھی مذکور ہے۔ چنانچہ تفسیر اتقان میں ہے:

وسبب الاختلاف في عدد الكلمات ان الكلمة لها

حقيقة ومجاز ولفظ ورسم واعتبار كل منها جائز

و كل من العلماء اعتبر احد الجوائز .

(الاتقان، النوع التاسع عشر في عدد سورہ وکلمات و حروف، فصل فیمن عد کلمات

القرآن، اربعہ، ط: مصطفیٰ البابی، مصر)

ترجمہ:- اور کلمات کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ کی

ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک مجاز اور ایک لفظ ہوتا ہے اور ایک

رسم، اور ان میں سے ہر ایک کا اعتبار کرنا جائز ہے، اور علماء میں

سے ہر ایک نے ان جائز اعتبارات میں سے کوئی ایک لیا ہے

(اس وجہ سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ تعداد بتائی ہے)۔

چند سطور کے بعد لکھا ہے:

وقد حمل ذلك على مانسوخ رسمه من القرآن ايضا

اذ الموجود الآن لا يبلغ هذا العدد.

یعنی جن صحابہ کی روایتوں میں کلمات کی تعداد زیادہ مذکور ہے وہ

منسوخ آیات پر محمول ہیں۔

(س نمبر ۳۶) ترمذی نے عمرو بن ابی سلمہ سے اور ابن جریر وغیرہ نے..... الخ؟

(جواب:-) اس سوال کا تحریف قرآن سے کوئی تعلق نہیں، رہا مذکورہ حضرات کا تعلق

بیت ہونا تو اس میں ہمارا کوئی اشکال نہیں۔ ان حضرات کی محبت و احترام کو ہم اپنا جزو

ایمان سمجھتے ہیں۔

تفصیل کے لئے جواب نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

(س نمبر ۳۷، ۳۸، ۳۹).....

(جواب:-) ان سوالات کا بھی تحریف قرآن سے کوئی تعلق نہیں، ان میں حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کی علمیت بیان کی گئی ہے اور ان کی علمیت سے کس کو انکار ہے۔ ہم اہلسنت کو الحمد للہ سب صحابہؓ سے محبت ہے، ہم وہ نہیں کہ بعض صحابہؓ کے ساتھ تو اس قدر دشمنی کا مظاہرہ کریں کہ ان کو نعوذ باللہ مرتد قرار دیں، اور بعض کے ساتھ اتنی محبت کریں کہ ان کو خدا کا درجہ دیں۔ فافہم۔

(س نمبر ۵۰) بخاری نے ابن ابی ملیکہ کے طریق پر ابن عباس سے روایت کی ہے..... الخ؟

(جواب:-) اس سوال کا بھی تحریف قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہی اس میں کوئی قابل اعتراض بات ہے۔

(س نمبر ۵۱) جب مصحفوں کو عثمان بن عفان نے تیار کر لیا تو اس کے نسخے..... الخ؟

(جواب:-) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کے بارے میں جو کچھ کیا ہے، اس کی قدرے تفصیل جواب نمبر ۳۲ میں گذر گئی، اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات بھی منقول ہوئے۔ اگر آپ اس میں ذرا غور کر لیں تو اس سوال کا جواب بھی سمجھ شریف میں آ جائے گا۔ نیز خود آپ کے سوال میں منقول عبارت میں لکھا ہے کہ ”جب مصحفوں کو حضرت عثمانؓ نے تیار کر لیا“ تو جناب! مصاحف تیار ہونے کے بعد اگر غیر مصاحف (منسوخ آیات اور تفسیری نوٹوں) کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو انتشار سے بچانے کے لئے جلوادیا تو اس سے قرآن کے محفوظیت پر کیا اثر پڑا۔ قرآن مجید کے نسخے تو تیار ہو چکے تھے۔ قدر۔

(س نمبر ۵۲) عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب کے مصحف میں فما استمتعتم به منہن کے بعد..... الخ؟

(جواب:-) جناب عبدی صاحب! مسلم شریف کے باب نکاح المہجۃ میں اس قسم کی

کوئی روایت نہیں ہے۔ البتہ تاقیامت متعہ کے حرام ہونے کے متعدد احادیث موجود ہیں۔ ہاں مسلم شریف صفحہ ۴۵۰، ج ۱، باب نکاح المحصنہ کے حاشیہ میں یہ عبارت ہے کہ:

..... وفي قراءة ابن مسعود فما استمتعتم به منهن الى

اجل وقراءة ابن مسعود هذه شاذة لا يحتج بها قرآنا

ولا خبرا ولا يلزم العمل بها

ترجمہ:- اور حضرت ابن مسعود کی قرأت میں ”فما استمتعتم

به منهن الى اجل“ ہے اور حضرت ابن مسعود کی یہ قرأت شاذ

ہے قرآن ہونے کی حیثیت سے یا حدیث ہونے کی حیثیت سے

اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

تو جناب ہمارا قرآن تو الحمد للہ سارا کے سارا متواتر ہے۔ اگر اس میں شاذ قرآن

تدرج نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، اس سے قرآن میں کوئی کمی نہیں آتی۔

(س نمبر ۵۳) عائشہ نے کہا ”پہلے قرآن میں یہ اتر ا تھا کہ دس بار وودھ..... الخ؟

(جواب:-) اس کی تفصیل جواب نمبر ۸ میں گذر گئی۔

(س نمبر ۵۴) عن انس بن مالك قال قمت وراء ابي بكر..... الخ؟

(جواب:-) اس کا مطلب یہ ہے کہ جہراً ”بسم اللہ“ نہیں پڑھتے تھے، اس کا سببی

تحریف قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(س نمبر ۵۵) ابن مردويه سے عبد اللہ ابن مسعود نے کہا کہ عبد رسول ﷺ میں آیت

بلغ..... الخ؟

(جواب:-) درمنثور کا معنی ہے ”بکھرے موتی“ یعنی مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں

ہر قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ صحیح بھی اور ضعیف بھی۔ یہ کتاب محض جمع روایات کے لئے

ہے۔ اس میں تنقید بالکل نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے جو روایت پیش کی ہے یہ روایت بالکل مجروح ہے۔ اس کی پوری سند بھی معلوم نہیں اور جتنی معلوم ہے اس میں ایک راوی ابو بکر بن عیاش ہے جس کے متعلق میزان الاعتدال میں ہے ”ضعیف الحافظہ کثیر الغلط وھمی“ کہ ابو بکر بن عیاش کا حافظہ نہایت کمزور تھا اور بے شمار غلط روایات کرتا تھا۔

امام احمد کا قول ہے کہ وہ حد سے زیادہ کثیر الغلط ہے۔ ابن مبارک کا قول ہے کہ حدیث پر بہت جلد جرات کرنے والا ابو بکر بن عیاش سے بڑھ کر میں نہیں دیکھا۔ ابو بکر بن عیاش کے علاوہ اس روایت میں ایک راوی عاصم ہے۔ میزان الاعتدال میں ابن علیہ اور یحییٰ بن قطان کا یہ قول منقول ہے کہ عاصم نام کے جتنے راوی ہیں ان کا حافظہ خراب ہے۔ لہذا ایسی کمزور روایت کسی طرح قابل اعتماد نہیں۔ نیز یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہمارے علماء میں سے کسی نے بھی اس سے تحریف نہیں سمجھا اور نہ ہی ایسی ضعیف روایت سے متواتر قرآن مجید کے اندر تحریف ثابت ہو سکتی ہے۔ (مآخذ خزائن حنبلیہ الحائرین، ص ۱۰۰ او فیصلہ کن مناظرہ، ص ۷۶) (میزان الاعتدال ج ۴، ص ۴۹۹) (س نمبر ۵۶) عبداللہ ابن مسعود کی مصحف میں پہلی سورۃ بقرہ تھی..... الخ؟ (جواب:-) اخبارات و جزائد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہذا اس سوال کے جواب وہی کی ضرورت ہی نہیں۔

(س نمبر ۵۷) ابن جریر نے کلیب سے روایت کی ہے کہ روز جمعہ عمر ابن خطاب..... الخ؟ (جواب:-) اس کا بھی تحریف قرآن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (س نمبر ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳)

(جواب:-) یہ اختلاف قرأت کی قبیل سے ہیں۔ ان کا تحریف سے کوئی واسطہ نہیں۔

(س نمبر ۶۳) ابوالاسود نے کہا ابو موسیٰ اشعری نے بصرہ کے قاریوں..... الخ؟

(جواب:-) اس کا جواب نمبر ۳۵ اور نمبر ۳۶ میں گذر گیا۔

(س نمبر ۶۵) عائشہ نے کہا کہ قرآن میں دودھ دس.....؟

(جواب:-) اس کا جواب بالتفصیل نمبر ۸ میں گذر گیا ہے۔

(س نمبر ۶۶) عائشہ نے اپنے خادم ابو یونس کو کلام اللہ لکھنے کا حکم دیا..... الخ؟

(جواب:-) یہ روایت تو اختلاف قراءت سے بھی تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ تفسیر ہے،

بعض صحابہ نے تفسیری الفاظ یا دداشت کے لئے اپنے مصاحف میں لکھ لئے تھے، اور کبھی

لینے کی زیادہ وجہ یہ بھی تھی کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر میں صحابہ کا اختلاف تھا اور ام المومنین

رضی اللہ عنہا نے چونکہ اس کی تفسیر میں صلوٰۃ العصر رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، اس لئے

انہوں نے الصلوٰۃ الوسطیٰ کے بعد بطور تفسیر صلوٰۃ العصر لکھوا دیا۔

در منشور جلد اول میں صفحہ ۷۱۸ سے ۷۲۹ تک صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر میں صحابہ کی

اقوال نقل کئے ہیں۔ آغاز یوں کیا ہے:

قوله تعالى والصلوة والوسطى اخرج ابن جرير عن

سعيد بن المسيب قال كان اصحاب رسول الله ﷺ

مختلفين في الصلوة الوسطى.

(در منشور، ج ۱ ص ۷۱۸)

اس کے بعد تمام اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ بعض صحابہ کا یہ قول ہے کہ صلوٰۃ

وسطیٰ کی تعیین معلوم نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز فجر ہے، بعض نماز ظہر، حضرت عائشہ

، حفصہ ام سلمہ اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ وہ نماز عصر ہے، ایک روایت

عن حفصة زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها
 قالت لكاتب مصحفها اذا بلغت مواقيت الصلوة
 فاخبرني حتى اخبرك بما سمعت من رسول الله
 صلى الله عليه وسلم فاخبرها قالت اكتب فاني
 سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
 حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وهي
 صلوة العصر.

ترجمہ:- حضرت حفصہ زوجہ نبی ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں
 نے اپنے مصحف کے کاتب سے فرمایا جب تم اوقات نماز لکھنے لگو
 تو مجھے اطلاع دینا کہ میں تم سے وہ بات بیان کروں جو میں نے
 رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ چنانچہ کاتب نے اطلاع دی
 تو انہوں نے فرمایا کہ لکھو میں نے رسول خدا ﷺ کو سنا، آپ
 پڑھ رہے تھے کہ حافظوا علی الصلوات والصلوة
 الوسطی اور صلوة واسطی نماز عصر ہے۔

لیجئے جناب، اس روایت میں ”ہی“ کا لفظ بھی ہے جو اس جملہ کے تفسیر
 ہونے کو صاف کر دیتا ہے۔ دوسری روایت بایں الفاظ ہے۔

عن سالم بن عبد الله ان حفصة ام المؤمنين قالت
 الوسطى صلوة العصر واخرج ابن ابی شیبہ عن ابن

مسعود قال الوسطی صلوة العصر.

ترجمہ:- سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ وسطی نماز عصر ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا وسطی عصر کی نماز ہے۔

اس روایت سے اور بھی صاف ہو گیا کہ صلوة وسطی کی تفسیر مقصود ہے نہ اور کچھ۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ آیت پہلے یوں نازل ہوئی تھی۔ ”حافظوا علی الصلوات والعصر“ اس کے بعد ”والعصر“ کا لفظ منسوخ ہو گیا۔ بجائے اس کے ”والصلوة الوسطی“ کا لفظ نازل ہو گیا۔ چنانچہ درمنثور صفحہ ۷۲۳ پر ہے۔

اخرج عبد بن حمید و مسلم و ابو داؤد فی ناسخه
وابن جریر و البیہقی عن البراء ابن عازب قال نزلت
حافظوا علی الصلوات والعصر فقرأنا ما علی عهد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماشاء اللہ ثم نسخها
اللہ فانزل علی الصلوات والصلوة الوسطی فقیل له
اذن صلوة العصر فقال قد حدثک کیف نزلت
وکیف نسخها اللہ. واللہ اعلم.

(درمنثور، صفحہ ۷۲۳، جلد اول، ط: بیروت)

ترجمہ:- عبد بن حمید نے اور مسلم اور ابو داؤد نے اپنی کتاب ناسخ میں اور ابن جریر اور بیہقی نے حضرت براء بن عازب سے

روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا پہلے آیت ”حافظوا علی الصلوات والعصر“ نازل ہوئی تھی۔ ہم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں جب تک خدا کو منظور تھا اس کی تلاوت بھی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور ”حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی“ نازل فرمائی تو حضرت براء ابن عازبؓ سے کسی نے کہا کہ اب تو صاف معلوم ہو گیا کہ وسطی نماز عصر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تم سے بیان کر دیا کہ کس طرح یہ آیت نازل ہوئی تھی اور کس طرح اللہ نے اسے منسوخ کر دیا۔

المختصر درمنثور کی روایات دیکھنے سے صاف ہو گیا کہ صلوة وسطی کی تفسیر میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے صلوة العصر کی لفظ لکھوائی تھی نہ بطور لفظ قرآنی۔ نیز حضرات صحابہؓ کا اس بارے میں اختلاف بھی اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ تفسیر ہے، کیونکہ اگر یہ قرآن ہوتا تو ان کا آپس میں اختلاف کیسے ہوتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(س نمبر ۶۷) بلی قد جاء تک ایسی فکلبت بها..... الخ؟

(جواب :-) جناب یہ اختلاف قراءت کی قبیل سے ہے۔ اس سے آیت کے تصور میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لہذا اس کو تحریف قرآن کی طرف زبردستی نہ کھینچئے۔

(س نمبر ۶۸) آنحضرت ﷺ سورة الذریات میں انسی انا الرزاق ذو القوة المتین پڑھتے تھے..... الخ؟

(جواب :-) یہ روایت بھی بشرط صحت اختلاف قراءت پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں تحریف کا تصور تک نہیں ہو سکتا۔

(س نمبر ۶۹) امام مالک نے ابن شہاب سے پوچھا، اس آیت کی تفسیر اذا نسودی
للصلوة..... الخ؟

(جواب :-) خود آپ کے سوال میں ہے کہ امام مالک نے ابن شہاب سے آیت کی
تفسیر پوچھی تو انہوں نے تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت کا حوالہ دیا۔ جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ "فاسعوا" کی تفسیر "فامضوا" سے
کرتے تھے یا پھر یہ اختلاف قراءت کی قبیل سے ہے۔

(س نمبر ۷۰) ان لاترغبوا عن آباء کلم فانه کفر بکم..... الخ؟

(جواب :-) جناب اس کو تو خود آپ کے علامہ طبری نے بھی تفسیر مجمع البیان میں
مثالوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ بذیل آیت کریمہ "مانسخ من اية" لکھتے ہیں۔

والنسخ فی القرآن علی ضرور منها ان یرفع حکم

الآیة وتلاوتها کما روی عن ابی بکر انه قال کنا نقرأ

لاترغبوا عن آباءکم فانه کفر بکم۔

(تفسیر مجمع البیان، ص ۱۸۰)

ترجمہ :- قرآن میں نسخ کئی قسم کا ہوا ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ آیت

کا حکم اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہو جائیں۔ چنانچہ ابو بکر

(رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم "لاترغبوا

عن آباءکم فانه کفر بکم" پڑھا کرتے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ آپ کے دامن میں محض بے معنی اعتراضات ہی ہیں۔ علم

سے آپ کو کوئی علاقہ ہی نہیں ہے۔

جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ اٹکا

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جواب بفضلہ تعالیٰ و منہ کرمہ مکمل، دوا بوقت ۳:۲۵ بروز ہفت، بتاریخ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

برطانیق ۳ ستمبر ۲۰۰۵ء

فقط واللہ اعلم وعلیہ اسم واکمل

کتبہ

محمد انعام اللہ خان بنوی



مختص فی الفقہ الاسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن ایڈمیٹیو

ٹاؤن، کراچی نمبر ۵

الجواب صحیح

محمد عبدالجید دین پوری عفی عنہ



الجواب صحیح

محمد انعام اللہ خان

الجواب صحیح

صالح محمد پوری

اجرا صحیح
محمد شعیب ماسٹر

الجواب صحیح

محمد عبدالقادر

کراچی
شعبہ علم

www.ahnafim.com